

ہندوستان کے اولین سرسبز ہم خوش و بہ ابتداء کو یاد دہیری کا ناموش ہے

کراہی طالع

معروف ہے



مُصَنَّف

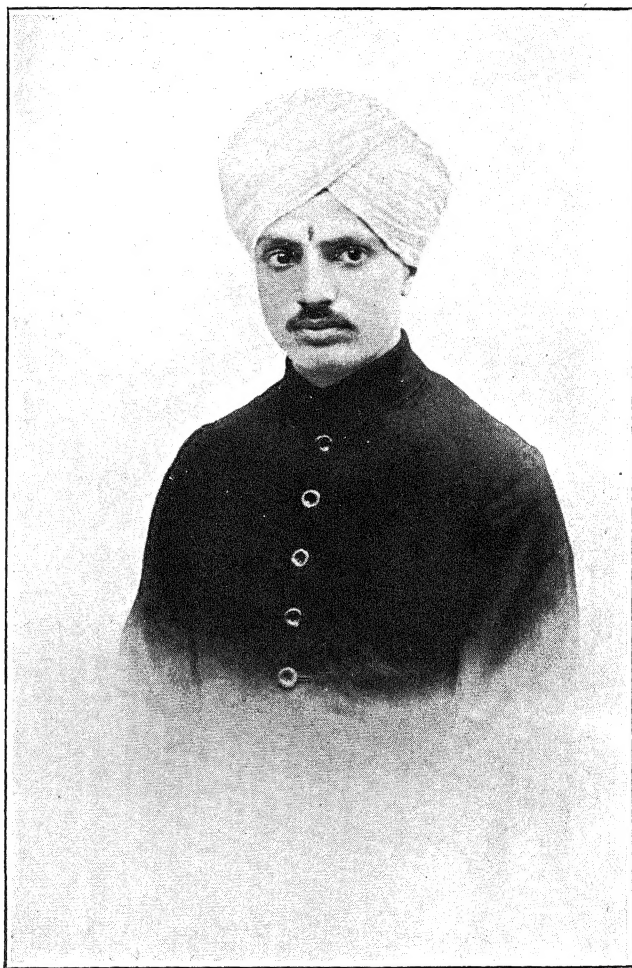
نثری شاعر شاعرانہ کمال جناب پندت

نثری شاعر کمال صاحب طالع کا شمیری

ایم ے ایم او ایل منشی فاضل ابوب فضل

بہار (شمیر)

نه پوڇهو کون هون طالب بقول حضرت کيفی
بتادون کس طرح تم کو که کیا هون مین کهان هون مین



طالب کاشمیری - عمر ۲۷ سال

الف

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	تہنید	۱
۲	زیبا چہ	۵
۳	غزلیات	۱۳
	مناظر قدرت	
۴	بہار کشمیر (۱)	۵۱
۵	خطابہ دل (۲۱)	۵۲
۶	ارمغان طالب (۳)	۵۸
۷	اہل کی سیر (۳)	۶۱
۸	آبشار اور میں (۵)	۶۶
۹	بچپن کی یاد (۶)	۶۸
۱۰	طفلا نہ جذبات (۷)	۷۳
۱۱	حرفِ تہ کی یاد اور پیری کا خیر مقدم (۸)	۷۷
۱۲	مال کی تصویر (ترجمہ) (۹)	۸۰

ب

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	قومی نظمیں	
۱۳	سروس لیگ سری نگر کا سالانہ جلسہ (۱)	۸۳
۱۴	تصویر قوم (۲)	۸۶
۱۵	قومی محنتوں (۳)	۹۰
۱۶	خطاب بہ قوم (۴)	۹۹
	دیہات کی نظمیں	
۱۷	سری کرشن چندر جی حوالہ کی یاد (۱)	۱۰۲
۱۸	جنم آٹھی (۲)	۱۰۵
۱۹	سری کرشن لیلہ (۳)	۱۰۷
۲۰	یاد شام (۴)	۱۰۹
۲۱	ہوئی کی بہار (۵)	۱۱۳
۲۲	پرہیز سری رام کرشن جی کی بھیا (۶)	۱۱۴
۲۳	گھنٹیا کا وہیل (۷)	۱۱۸
۲۴	راہین کا ایک لکھن سین (۸)	۱۲۱
۲۵	گھنٹیا کی مسر یاد (۹)	۱۲۳

ج

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۱۲۹	راماین کا ایک لکھن سین نمبر ۲ (۱۱)	۳۶
۱۳۵	کرشن بھجن (۱۱)	۳۷
۱۳۶	راماین کا ایک وردناک سین نمبر ۲ (۱۲)	۳۸
۱۳۲	مبارک تیوہار شیو راتری (۱۳)	۳۹
مرانی		
۱۴۳	مرثیہ بر وفات جسرت آیات پنڈت نریندر ناتھ کول (۱)	۳۰
۱۴۸	نوحہ طالب بناری (۲)	۳۱
متفرق نظمیں		
۱۵۱	کسی کی یاد میں (۱)	۳۲
۱۵۸	صبر (۲)	۳۳
۱۵۹	شاہی بھکاری (۳)	۳۴
۱۶۰	مبارک وقت (۴)	۳۵
۱۶۱	خیر مقدم سر ڈاکٹر تیج بہا و سپر (۵)	۳۶
۱۶۵	انقلاب (۶)	۳۷
۱۶۸	سکا وٹ پچوں کا گیت (۷)	۳۸

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۱۶۹	الوداعی نظم (۸)	۳۹
۱۷۲	شاعرانہ انقلاب (۹)	۴۰
۱۷۶	رباعیات (۱۰)	۴۱
۱۷۸	تضمین بر غزل حافظ شیرازی (۱۱)	۴۲
۱۸۱	فارسی غزل (۱۲)	۴۳
۱۸۲	تقریب نجات جاوید	۴۴
۱۹۳	گرامی نامہ جناب مولوی عبدالحی صاحب	۴۵
۱۹۵	رشحات التحیل پر نظامی بدایونی کی مختصر رائے	۴۶

تمہید

نہیں ہونگے نہ ہوں ہم کا زمانے عشق کے لیکن
ہیں گے صفیہ ہستی پہ قائم داستان ہو کر

کر مفریادوں کے متواتر ارشاد۔ دوستوں کے لگاتار تقاضے۔ اور
احباب و اقارب کے بار بار اصرار نے آخر مجھے اس بات پر مجبور کیا۔ کہ
کلام طالب کے ادراک پریشاں کو کتابی صورت میں ہدیہ ناظرین کوں
دینے میں ابھی اس کام کی انجام دہی کے لیے تیار نہ تھا۔ اور یہی وجہ
ہو کہ تقریباً دو سال سے آج تک اس اشاعت کو ملتوی رکھا میں اُن
تمام اصحاب کا شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اس ناچیز کلام کی حیثیت اور وقعت ادبی دنیا میں کیا ہو۔ اس
کی نسبت اپنی طرف سے کچھ عرض کرنا بے محل اور بیجا معلوم ہوتا ہو
اہل ذوق خود اس کا اندازہ فرما سکتے ہیں۔ اس اشاعت سے نہ
دعویٰ شاعری مقصود ہو نہ اظہارِ شہرت۔ ہاں اتنا ضرور ہو کہ کچھ عرصے
سے میں بھی اس امر کا خواہاں تھا کہ جو کچھ میں نے تفریح طبع کے
عوار پر یاد و سنتوں کے اصرار سے کہا ہو اور محفوظ رہے۔

یہاں اس قدر کہہ دینا ضروری ہو کہ اگرچہ میں کوئی باضابطہ شاعر

نہیں لیکن اتنا ضرور ہے کہ شعر و سخن کا دلدادہ ہوں۔ ذات الہی کے تصور کے علاوہ دنیا کی کوئی چیز میری نگاہوں میں شعر سے بڑھ کر وقت نہیں رکھتی جو سرد و رقیب۔ لطیف و محویت اور حالت و جدت پر اس سے طاری ہوتی ہے۔ اس کا بیان جدا مکان سے باہر ہے۔ جو آتش مجھے اس سے ہے جو کیفیت اور بیخودی مجھے اس سے حاصل ہوتی ہے وہ صورت حال ہو بیان قابل نہیں۔ اور اگر تصور سے اس کا ذہن میں اتارنا آسان کام نہیں۔ رنگین بیانی الفاظ میں اس کی تصویر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ احساس اس کا صحیح معیار ہے۔ یہ سمجھے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر قافی اشعار رہنا میرا پریم دھرم ہے۔ میرے نزدیک شاعری کا سب سے بڑا وصف یہی ہے اور ہونا چاہیے کہ اپنی تاثیر سے انسان کو تباہ کرے اور اسے بیخود بنا دے کہ عالم ناسوت کے تعلقات سے آزاد کر لے گزیرا ہوتا کی سیر کراوے۔

جہاں تک مجھے یاد ہے ۱۹۱۷ء سے میرے دل میں شعر و سخن کا شوق پیدا ہوا۔ اس وقت تک میں فقط نثر میں کبھی کبھی مضامین لکھا کرتا تھا۔ ۱۹۱۷ء میں دربار تاجپوشی کی یادگار میں لکھنؤ سے ایک رسالہ زیر اہتمام و ادارت منشی رام سہائے صاحب تمنا لکھنؤ جاری ہوا منشی صاحب موصوف ملک الشعراء۔ منشی دوار کا پرشاہ صاحب انق مرحوم کے قابل قدر بھائی اور با استعداد شاعر ہیں۔ خوش نصیبی سے مجھے ان سے اجراء رسالہ کے چند روز بعد بذریعہ خط و کتابت تعارف

حاصل ہوا۔ اور کئی سال تک استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ وقتاً فوقتاً ان کے طلب کرنے پر نظمیں بغرض اشاعت بھیجتا رہا یہ امنی کی حوصلہ افزائی کا نتیجہ کہ میری طبیعت کا میلان اس طرف زیادہ بڑھ گیا۔ اس کو نیا زمانہ کی شاعری کا پہلا دور سمجھنا چاہیے

چند سال کے بعد منشی صاحب میرے کلام کو من و عن شائع کرنے لگے اور اس میں کہیں حک و اصلاح کی ضرورت نہ سمجھنے لگے۔ امنی دنوں میں مولانا سید احمد حسن صاحب شوکت میرٹھی مرحوم کا ایک اعلان مختلف اخباروں میں نظر سے گزر جس میں انھوں نے اردو۔ بھاشا فارسی اور عربی کے تمام شعراء کو اصلاح لینے کی دعوت دی تھی میں نے بھی ایک نظم اصلاح کی عرض سے ان کے پاس بھیج دی۔ بجائے اس کے کہ نظم میں تسکین بخش اصلاح و ترمیم کرتے۔ بجایا اعتراضات اور کاٹ چھانٹ کر کے واپس کر دی۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ مولانا مرحوم ایک قابل قدر علامہ اور استاد و پختہ۔ جن کا دم مغنیات سے تھا۔ ان کی وفات سے وینائے علم و ادب میں ایک ناقابل تلافی نقصان واقع ہوا۔ ملک کے بہت سے نو عمر شعراء کو ان کے فیض صحبت سے بہت کچھ فائدہ پہنچا۔ لیکن نہ معلوم میری نظم پر دوران کار اعتراضات اور غیر موزوں نقائص وارپ کر کے ان کا کیا مطلب تھا۔ اور صرف اسی پر بس نہ کی بلکہ خواہ مخواہ جگہ گرد و مجد و السنہ مشرقیہ اور اوزنٹیلی ریٹار مرقرار۔ دیے جانے کا مطالبہ کرنے لگے۔ ملک کے

اہل قلم سے بھی یہ بات پوشیدہ نہیں کہ آخر عمر میں حضرت کی تعلی اور
 خود پسندی حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی جس نے ان کے دماغ کو غفلت و
 پریشان کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہو کہ اکثر علماء و جتنا ان کی قابلیت کے ساتھ تھے
 اتنا ہی ان کی اس اخلاقی کمزوری سے بیزار تھے۔ بہر حال کچھ تو ان
 کے اشتعال اور کچھ اپنے قصاصت سن سے باہمی تعلقات میں کشیدگی
 پیدا ہوئی اور باقاعدہ بحث و مباحثہ اور تکرار کی نوبت پہنچی جس کی
 مدد و اتمام و کمال "اخبار عام" لاہور کے سلاطین اور شعراء کی مختلف
 اشاعتوں میں بہت دنوں تک برابر شائع ہوتی رہی۔ اس سے اخباری
 دنیا میں ایک تھلکہ چمکیا تھا۔ کیونکہ اس دلچسپ مباحثے میں علاوہ ہمہ
 کے ملک کے کئی دیگر اہل قلم نے بھی حصہ لیا تھا۔ اگر اس سارے مجموعی
 کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے تو مشہور کتاب "معرکہ چکست و
 شریہ" یعنی مباحثہ گلزارِ فیض سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اس اخبار میں اور نیز اس
 کے بعد بھی کچھ عرصہ تک کسی استاد سے باضابطہ اصلاح نہ لی
 یہ وقت راقم کی شاعری کا دوسرا دور قرار دیا جاسکتا ہے۔

آج سے تقریباً ۹ سال پیشتر میں نے قبلہ و کعبہ جناب پینڈت
 برج موہن داترہ صاحب کیفی دہلوی سے اس امر کی درخواست
 کی کہ مجھے اپنی شاگردی میں قبول کریں۔ صاحب موصوف بہن دنوں
 تو اب صاحب کچھوڑہ کے پرائیویٹ سکریٹری اور دیوان تھے۔ اور
 باوجود عدم الفرصت ہونے کے اس کرم و عنایت اور ہمدردی سے

جوان کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ انھوں نے میری درخواست کو قبول فرمایا اور تب سے برابر ہر طرح نہایت شفقت اور مدد سوزی سے تربیت پدرانہ فرماتے رہے۔ استادِ نامدار اس ہیچواں کی جانب سے ادبی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ جناب ہندوستان کے مستند نہایت ذی استعداد اور مسلم الثبوت استاد و ماہر فن ادب ملنے جلتے ہیں۔ جس دلی محبت اور سچی ہدایت سے خاکسار کی رہنمائی کی اُس کا شکریہ جتنا بھی کیا جائے کم ہو۔ میری تاجیز طبع آزمائی کو انھیں کی برکت اور فیضِ صحبت کا اثر سمجھنا چاہیے۔

جمال ہمنشیں درمن اثر کردا۔
وگر نہ من ہماں خالم کہ ہستم

یہ خاکسار کی شاعری کا تیسرا دور ہو گا۔

اس مجھے میں اکثر ابتدائی نقطیں درج کی گئی ہیں اور جیسا کہ ناظرین آگے چکر معلوم کریں گے۔ ایسی نقطوں کی تعداد بہت کم ہے جو حال میں کہی گئی ہیں۔ اگر زمانے نے مہلت دی تو عنقریب بقیہ حصہ کلام اور شرقی ایک دو کتابیں جو ابھی نامکمل ہیں طبع کرانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ مختلف رسائل اور اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان کی غایت کا بھی ممنون احسان ہوں کہ وہ اپنے جرائد میں برابر میرا کلام شائع کرتے رہے بلکہ بار بار مطلب کر کے اس کو چھپوانا باعثِ مسرت سمجھتے رہے۔ ان میں سے ”دربار لکھنؤ“ ”اخبار عام لاہور“ ”ساتن دھرم پراچارک“

امرت سر۔ ”طریقت لاہور“ ”شیو شنبھو لاہور“ ”دھورندھر لکھنؤ۔
 ”محزون لاہور“ ”اتحاد“ امرت سر۔ ”الہلال“ دہلی۔ ”گلشن“ لاہور۔
 ”رفیق المتعلم“ لاہور۔ ”مستانہ جوگی“ لاہور۔ ”نظام“ لاہور۔ ”محباسحق“ نامک
 ”رنیر“ جھوک۔ ”کشمیری میگزین“ لاہور۔ ”بہار کشمیر“ لاہور۔ ”صبح کشمیر“ لاہور
 وغیرہ خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔

اس مجموعے کو مطبع میں بھیجنے سے پہلے میں نے یہ مناسب سمجھا
 کہ ملک کے ایک دو نامور اور مستند اُستادوں کی رائیں اس کے متعلق
 لکھوادوں جو اہل زبان اور نکات فن سے بھی واقف ہوں۔ اہل
 دہلی میں سے اُستاد تاجدار سے بڑھ کر مجھے اور کوئی بہتر نقاد سخن
 اس کام کے لیے نظر نہ آیا۔ چنانچہ دیباچہ لکھنے کی تکلیف انھیں کو
 گوارا کرنا پڑی۔ دیگر اُستاد جو ایسے امور میں کافی دسترس اور
 مہارت تاجدار رکھتے ہیں۔ اُن میں جناب مولوی عبدالحق صاحب
 بی۔ اے۔ صدر مہتمم تعلیمات۔ سکریٹری انجمن ترقی اردو سابق
 پرنسپل مدرسہ آصفیہ اورنگ آباد کن۔ مشہور و معروف ہیں۔ انھوں
 نے بھی ایک مختصر گرامی نامے میں اپنی رائے ظاہر کی ہے جو کلام کو
 اختتام پر شامل کتاب کیا جاتا ہے۔

میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں کوئی کہنہ مشق اور باقاعدہ
 شاعر نہیں۔ جو کچھ کہا ہے محض تفتن طبع اور سرورِ قلب کے
 اقتضا سے کہا ہے۔ امید ہے ناظرین بھی اسی نقطہ نگاہ سے ان

اوراق پریشاں کا مطالعہ فرمائیں گے ۵

برآہوں یا بھلا ملک سخن میں اس سے کیا مطلب
برنگ نقش پا پھر بھی نشانِ رنکھاں ہوں میں

فقط
خادم الشعراء
طالب کاشمیری

سری نگر
۱۶۔ اپریل ۱۹۲۵ء



دیساحہ

از جناب پٹنم برج موہن دتا تریہ صاحب کیفی دہلوی
اسسٹنٹ فارن سکریٹری ریاست جموں کشمیر

اردو بھی اہل ہند کی معشرت کے ادویوں کے ساتھ معرض تغیر و
اصلاح میں ہے۔ یہ کس نتیجہ پر پہنچینگے۔ ان کا کیا حشر ہوگا۔ آیا ہم بہتری کی طرف
چارہ ہے ہیں۔ یا بہتری کی جانب۔ یہ ایسے سوال ہیں جن کا جواب انسانی
پیش بینی اور مادی فراست سے بالاتر ہے۔ ہمارا رویے سخن اس وقت
اردو زبان یا اردو شاعری کی طرف ہے۔ کیا یہ اعتبار ایک بھاشا کے اور
کیا یہ اعتبار لٹریچر کے اور دو کی توسیع روز افزوں ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کی
لغات دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ خیالات کا تنوع۔ تخیل کی بلند پروازی۔
حقیقت نگاری۔ فسانہ پردازی۔ مظاہرہ و احساس طرازی کے اسلوب
کی طرز اور انشائے اصول میں بھی تغیر عظیم واقع ہوا ہے اور ہو رہا ہے جن کا
ذکر اس مقام پر ضرور نہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ پرنے بنونے اب محض ادبیات قدیمہ کی الماری کی تربیت بن گئے۔ نصیر کی سنگینی۔ ذوق کی فصیح بیانی اور معنی آفرینی۔ موتین کی نازک خیالی۔ تاجخ کی شوکت بیانی۔ حسن کی سلیس نگاری اور نسیم کی مرصع کاری آج کل کے شعراء کے سر مشق نہیں۔ اساتذہ سلف میں سے دو کے کام کو اس وقت پیش نظر رکھا جاتا ہی۔ ان میں سے ایک مرزا غالب ہیں اور دوسرے شاہ فیض۔ اس بیان کا تعلق غزل کے سوا اور اصناف شعر سے ہی۔ پرانی چال کی غزل پر کم و بیش تمام ملک میں داغ کا رنگ حاوی و مسلط ہے۔ متین موضوع پر جو غزلیں لکھی جاتی ہیں۔ وہ زیادہ تر غالب کو آگے رکھ کر لکھی جاتی ہیں۔ اگرچہ قسم اول میں نسیم دہلوی اور شفیقہ کا پر تو بھی جھلکتا ہے۔ غزل کے علاوہ اور کلام منظوم پر نظر ڈالی جائے تو زیادہ تر غالب کے پیرو میں گئے۔ اگرچہ غالب کے ہاں صرف غزلیں اور چند قصائد ہی ہیں۔ شاہ فیض کے ہاں دہل لہجی کا خواجہ ہر وقت تیار ملتا ہی جس کی گرامر اور چٹا پٹی اجناس کے آگے ہر کوئی اپنی جھولی پسار دیتا ہی۔ اگرچہ موتین کا ترکیب بند مرثیہ جو نظیری کے ہم مضمون ترکیب بند کو دیکھ کر لکھا گیا تھا۔ اور قطب کے متعدد ترکیب بند برابر پڑھے جلتے تھے۔ لیکن ترکیب بند کو اور جو خواجہ حالی نے پھر تازہ کیا۔ جس طرح میر انیس اور مرزا دبیر نے صدر کو قصیدے کے برابر کر دیا۔ اسی طرح خواجہ حالی نے ترکیب بند کو اس کے برابر لا بیٹھایا۔ لیکن اب ترکیب بند میں حالی کا اسلوب رنگ طرازی

نہیں کرتا۔ یہ تذکرہ یہاں اس لیے آیا کہ طالب کلام ان اساتذہ کے کلام سے پر تو پزیر اور بہرہ اندوز ہوا۔

جس شخص کے ساتھ ادبی تعلق ہو۔ اس کے کلام کا تبصرہ بہت سی مشکلات کا مولد ہے۔ کبھی یہ ہوتا ہے کہ وہ پُرانی وضع کی تقریظ بن جاتا ہے۔ اور کبھی یہ کہ پوری داد سے محروم رہتا ہے جس کا موجب از بس احتیاط ہوتی ہے۔ بالاینہم میرے خیال میں منطقتاً ادبی اس کا حق قائل رکھتے ہیں کہ ان کے کلام پر نظر ڈالی جائے۔ پنڈت نند لال کو الی طالب انگریزی۔ فارسی۔ اور اردو میں درجہ فضیلت رکھتے ہیں۔ ان کی فضیلت ہندی ہے۔ کیونکہ وہ۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل منشی فاضل اور ادیب فاضل کی جو گریاں حاصل کر چکے ہیں۔ لواحقاً کو مد نظر رکھا جائے تو آپ انھیں طاہر غنی عجم کا ہم وطن پانیکے اہل خطہ کی تاریخی ذہانت۔ اور فطانت کا ان کو پورا موروثی حصہ قدرت سے ملا ہے۔ ستھرا چلن۔ اور سلامت روی۔ انکسار۔ عالی ہمتی اور سادہ مزاجی ان کے متعلقہ جزو اعظم ہیں۔ مزاج بمنحرف سے متراکراستقامت سے مجلا ہے۔ حالانکہ نوجوان ہیں۔ لیکن طبیعت خوش و خروش سے بیگانہ ہے۔ ہمدردی اور ہوا نمودی ان کے آب و گل میں ہے یہ المیہ۔ یہ سلیم المزاجی اور نیک اخلاقی ان اکثر ہم عمروں میں پائی نہیں جاتی۔

لہ اردو زبان دان کا اعلیٰ ترین امتحان جو پنجاب دینی ورٹی کے ماتحت ہوتا ہے (دیکھی،

اگر بعض محاسن اس موقع سے خارج ہیں تو وہ ان کے کلام سے بھی خارج ہیں۔ یا کہ اس سے زیادہ تعلق نہیں رکھتے چنانچہ ان کی تظویر میں پھل پھل۔ چھپر چھار۔ دھوم۔ دھام۔ ولولہ انگیزی۔ تلی اور مبالغہ اور بدیعات اور لفظی مراعات (فرمایے تو سنسنی خیزی بھی کمدوں) کم لینے جس طرح طبیعت ہمہ گیر واقع ہوئی، اسی طرح کلام میں بھی جامعیت ہو جود ہو۔ ایک ماہر الہامیہ کہ طبیعت چونکہ سلامت روی اور متانت کا جامہ پہنتی ہے۔ کلام میں قاعدے کی پابندی بدرجہ اتم مد نظر رہتی ہے اور یہ سب سے بڑا وصف ہے۔ طالب کے کلام سے نظری سبق اس امر کا ملنا چاہیے کہ اصول اور قاعدے کی پابندی ملحوظ رکھتے ہوئے ہر صنعت شعریں اور ہر موضوع پر نظم کہہ سکتے ہیں۔ انوکھی بندشوں غرائب فیض لغات پیچیدہ اسلوب اور ژولیدہ بیانی سے ان کا کلام پاک ہو اس میں ایک نقص پر گواہی ہو۔ بعض نظمیں اور ترکیب بندوں کے بعض بندے تحاشا لمبے ہو جاتے ہیں۔ اس سے کلام کی چستی جاتی رہتی اور تکرار کا نقص عائد ہو جاتا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ نقص زیادہ مشق اور بچائی خیال سے خود دفع ہو جائے گا۔

ماظرین کو تعجب ہو گا کہ ایک شخص وادی کشمیر میں پیدا ہو کر اور وہیں رہ کر کیونکر ایسی ستھری اردو لکھ سکتا ہو۔ یہ شخصیت اور یہ کلام بلند آواز سے اردو کی آئندہ حالت کی پیشین گوئی کرتے ہیں۔ یعنی کہ اردو اب وہ زبان نہیں رہی جس کے چلن کو مقامی کمال کی احتیاج ہو۔ جب ایک زبان اپنے

مولد و منشا سے نکل کر دور دور اڑ گیا دور افتادہ مقامات میں جا کر سرسبز اور بار آور ہو سکے تو اس کی دراز می عمر اور شخص ذاتی کی نسبت کی شبہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اور گومتی کے لیے فخر کا مقام ہے کہ ان کی موجیں وقت کے سر پر اٹھ کھیلیاں کر رہی ہیں۔ ان کی گنگا جمنی رنگ آمیزیاں دلر اور دل کے شفاف آئینوں پر عکس افشاں ہیں۔ مغربیوں کی دلاویز ہوئی شہر صبح کے جھونکوں سے پیٹا بڑھا رہی ہیں۔ اور جھرنے کی بہار نشا طریغ اور شالامار کی سرچیدہ آبشاروں سے سُرا رہی ہیں۔ طالب چاہنے نازن کیوں نہ ہوں میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان کا اردو میں ایسا اچھا شعر کہنا اتنا تخمین کے قابل نہیں جتنی آفریں کے قابل اردو کی دلاویز قابلیت۔ جذباتی استعداد اور عالمگیر ذاتی مناسبت ہو کہ دہلی سے چل کر ہری پربت کے دامن پر اپنی دلاویزی کا رنگ جما دیا یہ آثار اردو کے لیے نہایت اطمینان بخش ہیں۔

طالب کے کلام میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر طرز میں اپنا رنگ جما جاتے ہیں۔ اپنے وقت پر وہ یقیناً صاحب طرز مانے جائینگے۔ احساس قلبی کی تصویر کھینچنے میں ان کو کمال کا درجہ حاصل ہو۔ یہی حال خالق نگاری کا ہے۔ مناظر قدرت کا جیسا سچا اور دلکش نقشہ کھینچتے ہیں تعریف کے قابل ہو۔ جب قومی کی ٹھیس بھی ان کے دل کو لگ چکی ہے۔ لیکن سلیم الزاجی حد اعتدال سے بڑھنے نہیں دیتی۔ مجاز میں جو کلام ہو اور وہ تھوڑا سا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہو کہ اس کو چھ سے ذاتی واقفیت نہیں۔ اس کے

ترتیب مسلسل سے زیادہ خم بہ خم اور بھول بھلیاں جیسے رستوں سے
 تابلہ ہیں۔ پھر بھی اس حصہ کلام میں ایک سناٹا بھول پن اور سادہ دلیویزی
 پائی جاتی ہے۔

زبان کی درستی اور محاورے کی صحت اس دورہ کی ہے کہ ایک اہل زبان
 کے کلام میں اور طالب کے کلام میں فرق کرنا مشکل ہو۔ کسی محاسن میں
 ضرورت ترقی کی گنجائش ہو جو امید ہے کہ اپنے وقت پر ہو جائے گی۔
 مجھے امید ہے کہ ہندوستان میں یہ کلام نہایت دلچسپی سے پڑھا جائیگا
 اور مقبول ہوگا۔

جموں
 ۲۸ فروری ۱۹۳۵ء

یہ جموں میں قاترہ۔ کیفی

غزلیات

۲۷۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء کی شام کو نیا زمند کے استادا نامدار اپنے مکان پر موجود غزل گوئی کی نسبت اظہار خیالات فرما رہے تھے۔ دورانِ تقریر میں نیا زمند موقع پا کر منوں کے طور پر چند غزلوں کے چیدہ اشعار سنانے کی درخواست کی۔ منجملہ دیگر اشعار کے جناب نے اپنی ایک غزل بھی سنائی جو مجھے نہایت پسند آئی۔ خصوصاً مطلع کا شعر تو نہایت ہی اچھا فرماتے ہیں۔

ہم نے اس عالم فانی کو تماشا جانا ایک میرنگی آشوب تماشا جانا
گھر اگر اسی زمین میں ایک غزل لکھی۔ بلکہ انھیں کے مطلع کے قافیے بھی اپنی غزل کے مطلع میں باندھ دیے۔ غزل ان کی خدمت میں پیش کی اور تحسین و آفریں کا اتمام وصول کیا۔ یہ وہی غزل ہو۔

ایک اندازِ مد و جزر تماشا جانا منکرِ عقبہ دلِ دانا کا تقاضا جانا آنے جانے کا اسے ایک بہانا جانا باعثِ نالہ مگر آنکھ کا دھوکا جانا کسی گلہ کی نظر کا اسے چرکا جانا ہم نے دنیا کو دورنگی کا تماشا جانا	ہم نے دنیا کو دورنگی کا تماشا جانا قابلِ جنت و دوزخ نہ ہو کوئی تونہ ہو کیا کہیں تم سے کیا سمجھے ہیں ہم رازِ حیات کس کو معلوم ہے ہم کس لیے ہیں صرفِ فحاش آج کل جوش پہ ہو داغِ جنوں زخمِ جگر واہوئی خواب میں بھی حشیم بصیرت بھی
---	--

<p>حسن کا دھوکا ہی یا عشق کی لذت طاعت کیا بتائیں تمہیں ہم دل کا یہ آنا جانا</p>	
<p>۱۱ نومبر ۱۹۱۳ء - غیر مطبوعہ</p>	
<p>ہی سخن میرا کہ اک خاک کہی زلفت یا رک کیا کیا ہی کام اُس نے مردم بیمار کا بانچین کا ناز کا - گفتار کا رفتار کا ہی مگر ہر ایک پیاسا شربت دیدار کا وغدہ کیا اس قمار شاں جیت اور کار کا دھوکے کی طوطی ہی جلوہ نور کا یا تار کا</p>	<p>زنگ کیا یا رب پیشیاں ہی مری گفتار کا اس لب جاں بخش ہی چشم ہی یا عشق کا کیا بتاؤں اُس کی کس کیات کا شہدائے دل جیتے ہیں اے دوست ہم دنیا میں نے کیے لازمی مرنا ہی سب کو اور برحق موت ہو ہو گیا معلوم نامعلوم ہی کار و چال</p>
<p>ہی مال کا رونا ایک دن طالب وصال کیا بھروسہ ہو سکے اس بے وفادار کا</p>	
<p>۲۶ دسمبر ۱۹۱۳ء - غیر مطبوعہ</p>	
<p>ادا اس سارے ایسا ترانا ہو نہیں سکتا کہ بہتر اس سے مرنے کا بہانا ہو نہیں سکتا موافق دوستو ہم سے زمانا ہو نہیں سکتا دہن ہو موم ہی اس کا نشانا ہو نہیں سکتا اوجھار اس وعدہ فردا یہ کھانا ہو نہیں سکتا</p>	<p>زباں پر حرف در و دل کا آنا ہو نہیں سکتا اسیر بند الفت کی بڑی حالت نہ کی نہ ہو مذہب کھٹے جلتے ہیں مذہب کھٹے جلتے ہیں خیال بوسہ ہی بوجہ دل کیوں تر پتا ہی غما رہی وصل کے بھوکے ہزاروں حشر میں</p>

نہیں پہنچ بدلیں ہو نظام و ہر متغیر	مگر دسے ترے عاشق کا جانا ہو نہیں سکتا
بجز تیرے نہ چاہے اس کو کوئی کب یہ ممکن ہو مقتضیٰ یہ تو طالب کا رخانا ہو نہیں سکتا	
۱۸۔ اگست غیر مطبوعہ	
عاشق نے دل دیا تو یہ کس کا قصور تھا مجھ کو تو ناز بجز تھا قاتل کے سامنے اعمال بھی سیہ ہوئے جب عمر بڑھ گئی شعرو سخن کا مشغلہ ان کو نہ تھا پستہ تھا شوق وصل جن کو بت خود و پسند کا آہٹ تھی تیرے پادوں کی کافی مئے لیو جنتا میں اس کی یاد میں روزگار با دم اپنی بخل میں تھا جسے ڈھونڈھا جہان میں پی کر شراب حسن فتنے میں وہ چور تھا اس کو متاع حسن پہ نخر و غرور تھا پیری میں بھی شباب نہ کچھ ہم کو دور تھا لیکن وہ میرے واسطے جام سرور تھا ان کا شریک میں ہی فقط بے شعور تھا محشر اٹھا مجھ کو یہ عبت شور و صورت تھا اتنا ہی دور چھٹے وہ آنکھوں کا نور تھا دیدار کے لیے دل کو ہر طور تھا	
طالب یہ غفلت اپنی تھی کب یا ر دور دل بزمیں گو نہ تھا مرے دلبر ضرور تھا	
۱۳۔ جنوری ۱۹۱۵ء مطبوعہ دریا بکھو	
ہو گئے جب ہم اسی کے وہ ہمارا ہو گیا نا خدا کو ہم جو بھولے ناؤ ہی مجھ داریں ہم ہیے یا آپ اس میں لطف یکسانی نہیں راز بیکری الفت آشکارا ہو گیا کالے کاسوں و دریا کا کنار ہو گیا پردہ جب اٹھا تو پروہ فاش سا رہا ہو گیا	

॥ १५९ ॥

الحمد لله الذي جعل في كل شيء حكمة

۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

پیش از این در این کتاب آمده است که این کتاب
در این کتاب آمده است که این کتاب

[illegible]

سومین کتاب - ۱۶۱۶

[illegible]

[illegible]

خداوند بزرگوار و بزرگوار
خداوند بزرگوار و بزرگوار

[illegible]

و اما در این کتاب که در این کتاب است
و اما در این کتاب که در این کتاب است

[illegible]

۱- در این کتاب آمده است که...

تاریخ ہندوستان

[illegible][illegible]

وتمت الحجة على ما ذكره من كتابه
في تاريخه من كتابه

وتمت بما استوفى من الزعم، ولا شئ من
 ما جسدتمتمه من الزعم

<p> و نه چو کتری بر آتش و نه چو کتری بر آتش و نه چو کتری بر آتش و نه چو کتری بر آتش </p>	<p> و نه چو کتری بر آتش و نه چو کتری بر آتش و نه چو کتری بر آتش و نه چو کتری بر آتش </p>
---	---

و نه چو کتری بر آتش

و نه چو کتری بر آتش

و نه چو کتری بر آتش
 و نه چو کتری بر آتش
 و نه چو کتری بر آتش
 و نه چو کتری بر آتش
 و نه چو کتری بر آتش
 و نه چو کتری بر آتش
 و نه چو کتری بر آتش
 و نه چو کتری بر آتش
 و نه چو کتری بر آتش
 و نه چو کتری بر آتش

१०१. सिद्धि (१०१) -

کرمه بجهت لایق و شایسته و بی ادب
 کرمه بجهت لایق و شایسته و بی ادب
 کرمه بجهت لایق و شایسته و بی ادب

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱

<p>مردمان را به این راه می رانند که در این راه به این راه می رانند</p>	<p>مردمان را به این راه می رانند که در این راه به این راه می رانند</p>	<p>مردمان را به این راه می رانند که در این راه به این راه می رانند</p>	<p>مردمان را به این راه می رانند که در این راه به این راه می رانند</p>
<p>مردمان را به این راه می رانند که در این راه به این راه می رانند</p>	<p>مردمان را به این راه می رانند که در این راه به این راه می رانند</p>	<p>مردمان را به این راه می رانند که در این راه به این راه می رانند</p>	<p>مردمان را به این راه می رانند که در این راه به این راه می رانند</p>

در این کتاب که در علم نجوم و کائنات است
- و در بیان احوال و سیرت انبیا و اولاد
چهارمین باب از تاریخ جهان است

၁။ နတ်၊ သူတို့၏ အားကိုးရာ
 ၂။ မြန်မာနိုင်ငံတော်

[illegible]

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱

[illegible]

[illegible]

<p> ۱، چای به آب سبزه است ۲، چای به آب سبزه است ۳، چای به آب سبزه است ۴، چای به آب سبزه است ۵، چای به آب سبزه است ۶، چای به آب سبزه است ۷، چای به آب سبزه است ۸، چای به آب سبزه است ۹، چای به آب سبزه است ۱۰، چای به آب سبزه است </p>	<p> ۱، چای به آب سبزه است ۲، چای به آب سبزه است ۳، چای به آب سبزه است ۴، چای به آب سبزه است ۵، چای به آب سبزه است ۶، چای به آب سبزه است ۷، چای به آب سبزه است ۸، چای به آب سبزه است ۹، چای به آب سبزه است ۱۰، چای به آب سبزه است </p>
--	--

[illegible]

<p>تتميز في كل شيء</p>	<p>تتميز في كل شيء</p>
<p>تتميز في كل شيء</p>	<p>تتميز في كل شيء</p>
<p>تتميز في كل شيء</p>	<p>تتميز في كل شيء</p>
<p>تتميز في كل شيء</p>	<p>تتميز في كل شيء</p>
<p>تتميز في كل شيء</p>	<p>تتميز في كل شيء</p>
<p>تتميز في كل شيء</p>	<p>تتميز في كل شيء</p>
<p>تتميز في كل شيء</p>	<p>تتميز في كل شيء</p>

[illegible]

۱۰۸

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱

حق، اور حق سے بڑھ کر کوئی شے نہیں ہے۔
حق، اور حق سے بڑھ کر کوئی شے نہیں ہے۔

[illegible]

رتبه از جنس متبریه به رسمه جلوه به اختصار
 به رسمه قمر از جنس متبریه از جنس به رسمه

۱. این است که هر که در این دنیا بخواهد
 ۲. این است که هر که در این دنیا بخواهد
 ۳. این است که هر که در این دنیا بخواهد
 ۴. این است که هر که در این دنیا بخواهد
 ۵. این است که هر که در این دنیا بخواهد
 ۶. این است که هر که در این دنیا بخواهد
 ۷. این است که هر که در این دنیا بخواهد
 ۸. این است که هر که در این دنیا بخواهد
 ۹. این است که هر که در این دنیا بخواهد
 ۱۰. این است که هر که در این دنیا بخواهد

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰

۹۴-۱۰۵

وَقَدْ كُنَّا مِنْ أَفْوَاهٍ مُتَعَفِّفِينَ

[illegible]

<p>مجلس بیستم در بیان فضیلت علم و تقوی و ذکر احوال و مناقب عبدالله بن ابی طالب علیه السلام</p>	<p>مجلس بیست و یکم در بیان فضیلت علم و تقوی و ذکر احوال و مناقب عبدالله بن ابی طالب علیه السلام</p>
--	---

کتابخانه عمومی و موزه ملی ایران - تهران

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱

[illegible]

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين

[illegible]

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله الذي جعل القرآن
مكتوباً في كتابه العزيز
مبيناً للناس ما كانوا
في شك من
آياته
وهدى به
الذين آمنوا
إلى صراط مستقيم
وهدى به
الذين آمنوا
إلى صراط مستقيم

سومین بقیه در کتاب الله
که از کتاب الله است
در کتاب الله است

و سر کوه که بر فراز است
و از کوه که در آن است
و از کوه که در آن است
و از کوه که در آن است
و از کوه که در آن است
و از کوه که در آن است

چون که در این کتاب آمده است که هر کس که
در این کتاب بخواند و بفهمد و عمل کند
و به خداوند متعال رجوع نماید
و از او بخواهد که او را از این دنیا رها کند
و او را به جنت برساند

۵۱۹۲

تہذیب و تمدن کے ارتقاء کے لیے

[illegible]

١٠
 ١١
 ١٢
 ١٣
 ١٤
 ١٥
 ١٦
 ١٧
 ١٨
 ١٩
 ٢٠
 ٢١
 ٢٢
 ٢٣
 ٢٤
 ٢٥
 ٢٦
 ٢٧
 ٢٨
 ٢٩
 ٣٠
 ٣١
 ٣٢
 ٣٣
 ٣٤
 ٣٥
 ٣٦
 ٣٧
 ٣٨
 ٣٩
 ٤٠
 ٤١
 ٤٢
 ٤٣
 ٤٤
 ٤٥
 ٤٦
 ٤٧
 ٤٨
 ٤٩
 ٥٠
 ٥١
 ٥٢
 ٥٣
 ٥٤
 ٥٥
 ٥٦
 ٥٧
 ٥٨
 ٥٩
 ٦٠
 ٦١
 ٦٢
 ٦٣
 ٦٤
 ٦٥
 ٦٦
 ٦٧
 ٦٨
 ٦٩
 ٧٠
 ٧١
 ٧٢
 ٧٣
 ٧٤
 ٧٥
 ٧٦
 ٧٧
 ٧٨
 ٧٩
 ٨٠
 ٨١
 ٨٢
 ٨٣
 ٨٤
 ٨٥
 ٨٦
 ٨٧
 ٨٨
 ٨٩
 ٩٠
 ٩١
 ٩٢
 ٩٣
 ٩٤
 ٩٥
 ٩٦
 ٩٧
 ٩٨
 ٩٩
 ١٠٠

<p> آتے ہیں بن کے جان کے خواہاں نئے کیا ہوں گے ہم غریبوں کے دریاں نئے ہستی سے میری پاؤں گے دوراں نئے ہر روز تم لئے رہتے ہیں مہماں نئے دلبر ہیں اس میں جو ہیں علماں نئے </p>	<p> بڑھتے ہیں روز و شب مے ارباں نئے واقف ہماری درد نہاں ہیباں نئے گردش سے میری بخت کی شمس و قمر چیں دل ہی ہمارا یا کوئی کارواں سرا میری بیے تو خلدی بہتری میکہ </p>
---	---

مرحوم مولیٰ ۱۹۱۷ء کو کالج کی برہمنی کا "مناظرہ بر صدارت مولوی محمد اسحاق صاحب
 ایم۔ اے۔ ایم۔ اڈ۔ ایل۔ ایچ۔ بی۔ ایچ۔ اے۔ پروفیسر فارسی منعقد ہوا۔ مصرعہ
 اٹح۔ یہ تھا۔ ع۔ رہا کر دے تجھے صبا و لب فضل بہاری ہی۔ میں نے اس طرح میں
 ذیل کی غزل لکھی تھی۔ پروفیسر صاحب نے اس کو پسند فرمایا۔ بلکہ بحیثیت صدر
 اپنی پیسج میں اس کا خاص طور پر ذکر کیا۔

سراپا تو غزل عشق جہاں سے اپنا عاری ہی۔
 زمینِ شعر میں ڈیٹھ اینٹ کی مسجد ہماری ہی
 نہیں اہلِ زباں منہ میں زباں گویا تو رکھتا ہوں
 رہوں چپ کس طرح برہمنی میں میری باہی ہی
 ملا آقا لئے الفت و جواب بندگی حب سے
 ہماری دفتر اشعار میں اُمیدواری ہے

بھلایا ناقد لیلی کا ذکر خیر دل سے
 کہ آتی خسرو شیریں سخن کی اب سواری ہو
 تجھ سے بھد سیکےا عشق گیسو لطف و کاکل کا
 خجیف ذائقوں میں اور نہ خیر پھاری ہے
 تجھے اک مصرعہ رنگیں ہی بہتر قدموں سے
 کہ اپنی نکتہ بہیت المنزل میں خانہ داری ہو
 نہ مہر موشاں سے کر رہا ہوں گرم بازاری
 کہ میری دلبر اشعار سے گفت شعاری ہو

ہوا با تہی ہی نرم شعر میں یاروں نے کیا طالب
 رہا کیسے مجھے صیاد اب فصل بہار ہی ہے

اس غزل کے لیے ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۳۷۷

ہرچند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہے	بہترین حجاب و دم شوق ہم ہوئے
" " " "	امن نہ چھوڑا جو بن جنوں میں بھی یار کا
" " " "	خط میں کیا خطاب تغافل شعار و دوست
" " " "	بے اختیار ہو کے دے مانا نگے تر ہے
" " " "	حالت میں نزع کی کف افسوس ل لیے
" " " "	ہیں گلے میں یار کے ہم ڈالنے سے
" " " "	وجہ صنم لکھا کیے جتنا کہ تھی دسترس

خوگرفتات پاکریل طوفانی مجھے
دل کو آتا ہی خیال کو چھ گیسو دیا
تو ادھس سجدہ ہو سنگ آستان دیا
اللہ دے اپنے ہجوم اشک ہے وقت دے
دل مرا مصروف ضبط ناہما کی گرم
نالہ پیچیدہ میں نہیں تھا دو پہل
اب کہاں ہیں وہ ہمیں اور کہاں تو
آج میں کرتا رہا کیا عالم بالا کی سیر
تھما راجش جنوں آادہ افشا رہا

کر گیا محنون سیر خانہ ویرانی مجھے
دائے ناکامی ستانی ہو پریشانی مجھے
پھوٹے ہمارے کارگو یا نقش پیشانی مجھے
پھر جلتا ہی یہ سوز درد و پنهانی مجھے
ہو سناٹا داستان عشق طوفانی مجھے
ہو ذراں میری سکوت آفر اگر گنجانی مجھے
جو سرسیمہ کرے شوق غرلجوانی مجھے
ہو خیال یا زاک تحت سلیمانی مجھے
رکھتا ہی روپوش لیکن ہم عیانی مجھے

حضرت کیفی کی شاگردی پہ بازاراں کیوں ہوں
میں ہوا طالب تو بخشا فیض روحانی مجھے

۱۳۵۶ هجری قمری - ۱۹۱۶ - غیر مطبوعه

۱۰۰ یغزل میرے دوست ہندت مندال صاحب ہمد کلاک ہاریکچر ڈپانمنٹ کو بہت پسند
(طالب)

شعر گوئی کا کہیں احباب کیوں بانی مجھے
کس لیے مانیں وہ استادِ سخن ذاتی مجھے

شعر گوئی سے غرض کس کو فقط منظور
سادہ لغتوں میں بیانِ وردِ نہانی مجھے

(طالب)

بھلایا نادانی کا ذکر خیر دل سے
 کہ آتی خسرو شیریں سخن کی اب سواری ہو
 نہ مجھ سے بھد سیکو عشق کیسے زلف دکا کل کا
 نجف و ناتواں میں اور نہ زنجیر بھاری ہے
 مجھے اک مصرعہ رنگیں ہی بہتر قدموں سے
 کہ اپنی نکتہ بہت الغزل میں خانہ داری ہو
 نہ مہرِ موشاں سے کر رہا ہوں گرم بازاری
 کہ میری دلبر اشعار سے اکفت شعاری ہو

ہو باہادری ہی نرم شعر میں یاروں نے کیا طالب
 رہا کہے مجھے صیاد اب فضل بہا ہی ہے

اس غزل کے لیے ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۲۹

ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم آئے	بہترین حجاب و دم شوق ہم ہوئے
" " " "	و امن نہ چھوڑا جو سن جنوں میں بھی یار کا
" " " "	خط میں کیا خطاب تغافل شعار و دست
" " " "	بے اختیار ہو کے دے مانگے تر ہے
" " " "	حالت میں نزع کی کف افسوس لے لیے
" " " "	باہیں لگے ہیں یار کے ہم ٹالنے پر ہے
" " " "	وجِ صنم لکھا کیے جیتا تھی و سترس

	۱۹۱۲ء - غیر مطبوعہ	
<p>گر گیا جنوں سیرخانہ ویرانی مجھے دائے ناکامی ستانی و پریشانی مجھے پھوڑا سرکاری گویا نقش پریشانی مجھے پھر جلتا ہی یہ سجدہ و پنهانی مجھے ہی سنا سنا داستان عشق طولانی مجھے ہی زباں میری سکوت آخر اگر بگانی مجھے جو سیرا سہمہ کری شوق غزلخانی مجھے ہی خیال یا زاک تحت سلیمانی مجھے رکھتا ہی روپوش لیکن ہم عیانی مجھے</p>	<p>نور کائنات پا کر سیل طوفانی مجھے دل کو آتہ خیال کو چہ گیسوی یار خواہش سجدہ ہی سنگستان یار المہ و ابے چوم اشکے وقت مد دل مرا مصروف ضبط ناہما کی گرمی نالہ پیچیدہ میں نہاں تھا وہ لکھا اب کہاں ہیں وہ وہ منکب اہل کماں کو آج میں کرتا رہا کیا عالم بالائی سیر تھا مرا جوش جنوں آدہ افشائی را</p>	
	حضرت کفنی کی شاعری پڑھاں کیوں بھول میں ہوا طالب تو بخشا فیض روحانی مجھے	
	۱۹۱۲ء - غیر مطبوعہ	
<p>۱۔ پغزل میرے دوست پنڈت ندلال صاحب ہند کلاک ہاریکچر ڈپارٹمنٹ کو بہت پسند (طالب)</p>	<p>۲۔ اس قطع کو دیکھ کر اُستاد امار نے اپنی طرف سے مندرجہ ذیل دو شعر تحریر فرمائے تھے۔</p>	
<p>شعر گوئی کا کیس احباب کیوں بانی مجھے کس لیے ماین وہ ستاؤ سخندانہ مجھے سادہ نقوش میں بیان درج نہانی مجھے (طالب)</p>	<p>شعر گوئی کا کیس احباب کیوں بانی مجھے کس لیے ماین وہ ستاؤ سخندانہ مجھے سادہ نقوش میں بیان درج نہانی مجھے (طالب)</p>	

کبھی جو بھول کر زہد صنم خانے میں آتا ہے عجب ہی جذبہ دل کوں ہوں تو بان میں پیر لگا بیٹھیں کہیں اپنا اگول حضرتنا صحیح جھکاتی ہو کہیں چاہت ہیں چاہہ نخواستہ کی سوایت سے نہیں اس دل میں تلخ ہنسی جاتی بھلا کیا ہاتھ آتا ہی تھی دشمنانِ قسمت کو نظر ڈالی جو نرگس پر تو دل میں یہ خیال آیا	خدائی کا رخا نے دیکھ کر وہ سہم جاتا ہی کہ عاشق کا یہ خضر راہ ہی رستہ دکھاتا ہی تو ہو معلوم ہن کو عشق میں کیا سر پہ آتا ہی خدا جلتے کہ اس کے بعد طالع کیا دکھاتا ہی تو راہی دل ہو جو جس میں جہاں سا لہاتا ہی چنار ایک ایک کو دوست نہی اپنا دکھاتا ہی یونہی یہ انتظار دہرید مجھ کو بھی ستاتا ہے
--	---

جو دل ہو صاف اور شفاف مثل آئینہ طالب
تو یہ خود عکس روئے یار دکھانا نکو آتا ہے

سفر دوری ۱۹۱۶ء - مطبوعہ گلشن لاہور

تنہا یہ اپنا عشق سے تن ہی حیف ہی لطف بھائی یار کا نقشہ نہ کچھ سکا اغیار کیا سنائیں گے میرا یہ حال ہی نوشق طفل کا سنا یہ کیوں قافیہ تنگ دیکھا جو وقت نزع کما دی رہا ہی دم	درماندگی میں جان بھی اپنی حریف ہی کس کام کی ہمارے یہ طبع لطیف ہی دل ناتواں ہی جان نزار و ضعیف ہی جس کا کمال شعر میں مشق رویت ہی دل پر بہانہ ساز بھی ہو غور لطیف ہی
--	--

طالب کو لوگ کہتے ہیں آوارہ و خراب
اور اس پر طرہ یہ کہ وہ مرد شریف ہی
۱۹۱۶ء - جہڑ مطبعہ

صنم میرا نزاروں عاشقوں کا دل پالتا ہی	ذرا سی بات پر مڑنا خیا ہی اور چلتا ہی
---------------------------------------	---------------------------------------

یہ دھڑکا ہوا نہ تم آئے کیسے تلو میں قاتل مرے نول روئے پرتے پیش عادت ہو عاشق کی لب جان بخش ہو مجھ کو جلایا جس نے مارا تھا تو کچھ پروانہ کو سوز و رونا عاشق صادق نہاٹا دیکھتے ہو دیکھے چرکا اپنے بسمل کا تلون اتلا دل ہو کہ نیرنگی عالم ہو اگر کمال ہو سوز عشق تو کیا اصل مشکل ہو	نہیں پروا مجھ اس کی کہ میرا دم نکلتا ہے وہ تھو کے پان کھا کر لعل کتو ہیں اگلتا ہے اسی چشمہ دہشتے آئے ہیں امت نکلتا ہے کہ مرد اس بزم الفت میں شال شمع جلتا ہے ہماری جان جاتی ہو تمہارا دل پہلتا ہے کہ کرکٹ کی طرح سوز نگ پل بھر میں بدلتا ہے حرارت ہو اگر کمال تو لو ہا بھی کھلتا ہے
---	---

عجب و شاہراہ عشق پر آشوب ہے طالب
کہ جو رکھتا قدم اس راستہ میں پھسلتا ہے

۳۰ نومبر ۱۹۱۷ء غیر طبعی

مجھ پر یارب ظلم کیا کیا بے وفا کرتے رہے یا تو دم بھر کے لیے ہوتے نہ تھی ہم کو جدا رفعت ضرور صال یا زبک پہنچی نہ آہ آپ کے شکوہ کا کیا نہ کورا تہا ہو ضرور شریت دیدار کی جا حکم شرب صبر ہے خون رولاتی رہی غیر دل کو میری گل اس یار کو اپنا بنا جانا نہ غیر دل کو ہی یار	شرم آتی ہو کون کیا افرات کرتے رہے یا ہونی امت کہ ملنے سے لیا کرتے رہے شاید اس کی نارسائی کی دعا کرتے رہے اپنی قسمت کی شکایت بار بار کرتے رہے الٹی قسمت و مری الٹی دوا کرتے رہے ایک قطرہ تم نہا نکھول سو جدا کرتے رہے حضرت دل زندگی بھر آپ کیا کرتے رہے
---	--

طالب دلبر رہے تو کیا خطا کرتے رہے
عمر بھر یہ ایک حق تھا جوادا کرتے رہے

سالک ششہ میں میرے دوست پندت تمبھونا تھ صاحب درہنی۔ اے
متعلم ایل۔ ایل بی کلاس لادکالج الہ آباد کی طرف سے کئی خطوط متواتر آتے رہے
جن کا جواب میں عیدم الفرصت ہونے کے باعث وقت پر نہ دے سکا۔ اس غارت خانہ
نے ایک مضمون بھیجا جس کا انم نے ذیل کی غزل میں پیش کیا اور بطور معذرت
غزل مذکور میں کو لکھا: بھیج دی۔

<p>جواب خط کے لکھنی میں ہوئی تاخیر مجھ سے میں بڑا بخت کا بڑی ہوئی تقدیر مجھ سے یہ مضمون داستانِ عشق کی تفسیر مجھ سے میں پامالِ تحیر اور دودھ لگیر ہے مجھ سے جوانی میں عبثِ بدظن جو چرخِ پیرا مجھ سے لکایا جو آنکھوں نے اڑ گیا وہ تیرا مجھ سے</p>	<p>بہت بڑی ہوئی اب کبھی تحریر مجھ سے خطا میری نہیں اس میں قاصد کا گلہ کوئی سہی کے باز استغنائیں باز آرائش ہی ادھر پہلی پھر لکھی ادھر چپ لگ گئی مجھ کو زمانے کی اگر گردش نہیں ہے تو پھر کیلے وہ دل میں رہا کرتے ہیں مجھے کیوں کر یقین آئے</p>
--	--

دو طرحہ منتظر ہیں طالبِ دیدار کے خط کے
ادھر حسرت تجھ پر اپنی دامن گیر ہے مجھ سے



مناظر قدرت

(۱)

بہار کشمیر

اگست ۱۹۱۷ء میں دو تین دن کی چٹیاں تھیں۔ چند احباب آئے اور شالامار باغ کی سیر کو جانے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ نیا ہمسایہ سال چند وجوہ سے کافی مدت تک کہیں سیر و تفریح کی غرض سے نہ جاسکا تھا۔ لہذا ان کے ہمراہ ہونے پر راضی ہوا چھٹی کے پہلے ہی دن گیا رہ بجے صبح سے ایک ڈونگہ کشمیری ہوس بوٹ میں سوار ہو کر روانہ ہوئے اور ڈول کا نظارہ دیکھتے ہوئے اوّل نشاط باغ میں داخل ہوئے راستہ کو یہیں ٹھہرے۔ کھانا پکانے کا انتظام معقول طور پر کیا گیا تھا۔ دوسرے دن دس بجے صبح کھانے پینے سے فراغت پا کر شالامار باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ دن بھر بارون اور آس پائیں کے خوشنما مقامات کی سیر کی۔ شالامار باغ کی دلکش کیفیت کا مزہ کچھ وہی لوگ کھ سکتے ہیں جن کو اتوار کے دن وہاں جانے کا کبھی اتفاق ہوا ہو۔ کیونکہ اس دن یہاں قوارے چھوٹے ہیں۔ چاہتی کر یہاں سے قریب چار بجے شام منیم باغ کی طرف چل پڑے جو

یہاں سے زیادہ دور نہیں۔ نسیم باغ میں چاروں کی بہار۔ دھوپ میں ان کی چھاؤں
 ہسزے کا غمگینی فرش۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں۔ چاروں طرف پہاڑوں کا منظر سامنے
 ڈل کا نظارہ شام کا سہانا سماں۔ ڈل کے پانی میں شفق کے عکس کا موجد ہونا
 ایسی چیزیں ہیں جو بیان سے باہر ہیں۔ جتنے ہمراہی تھے سہیل نے اپنے مذاق کے مطابق
 مختلف مشاغل میں مصروف ہوئے۔ راتم بھی چل قدمی کی غرض سے ایک طرف کو
 فدا و درجا کر ڈل کے کنارے بیٹھ گیا۔ قدرت کا منظر خاموشی اور دلربائی میں آنکھوں کے
 سامنے وہ سین پیش کرتا تھا جس سے خود بخود ایک قسم کی تسکین دہ اور سکونت افزا
 مسرت کی حالت دل بہاری ہو جاتی تھی۔ کچھ یہاں زمین میں آیا منتشر اشعار کی صورت
 میں اسی جگہ لکھ ڈالا تیسرے دن گھر کو واپس آئے۔ چونکہ ابھی اس کے کاغذات
 آنکھوں میں پھر رہا تھا اس نظم کو ترتیب دیکر اور نظر ثانی کر کے مکمل کر دیا۔ اس کا ایک
 ایک شعر ظاہری و باطنی حالت کے خاکر سے کم نہ سمجھنا چاہیے۔ بہت دنوں کے بعد
 یہ ترکیب بند رسالہ ”شیوہنہو“ لاہور اور بہار کشمیر لاہور میں طبع ہوا تھا۔

<p>کاشانہ چمن کے نقش و نگار دیکھوں دامن کو وہ میں اک جگہ قرار دیکھوں اور درمیان ڈل کے دل قرار دیکھوں ببل کی طرح گل کو اس پر شمار دیکھوں سلسلہ جنگلوں میں یہ اریار دیکھوں نازہ نسیم ڈل ہوا ویرا لالہ دیکھوں</p>	<p>مدتے آرزو تھی لطف بہار دیکھوں آبادی جہاں سمنہ موڑ کر چلوں میں چاروں طرف ہو چھایا ہو کساں جہاں دل کا کنول کھلے موج نسیم گلشن نظارہ چمن میں جادو کا سا اثر ہو باغ نشاط میں ہو دل کو نشاط حاصل</p>
---	---

<p>کانون کو میری بھائیوں دلربا صدفیں پہنچا ہم خاموشی پھر مرغانِ باغ لائیں اس وقت بزمِ گل و دُرینِ فضا پر تھیں کھل جئے مجھ پر رازِ ناز و نیا زلفت حیرت ہو دور میری ترس کے دشمنوں سے</p>	<p>جب طاروں کی بن میں ہر سو بکار دیکھوں ہر رنگ میں نمایاں گلبن کا خار دیکھوں اور جلوہ ہائے پہناں سب آشکار دیکھوں بے بس کے سامنے جب گل کا سنگار دیکھوں تجائیں داغِ دل کے جوالہ زار دیکھوں</p>
<p>دل میں تھا شوق ایسا گھر و ہوا میں حسرت تھا لطف گلستاں کا یا ایک طلسمِ قدرت</p>	
<p>تھا محو حسنِ قدرت مست بہار ہو کر وحشت تھی دور میری صبرِ سکونِ تھا حاصل آبِ رواں کی چادرِ سبز نے منہ پانی چھائی ہوئیں گھٹائیں گھٹکڑ آسمان پر سرورِ سی کی شاخیں تھیں جھومتی ہوئی گزرتا تھا صاف پانی پہلو بیل کر بدلا تھا رنگ کیسرو نیلے ظاہر کا حراپ کی صورتِ بنبل کی جھوم تھے جلوت میں نورِ کثرت کثرت میں حشر تھی لون میں چرائی سبزی و جھونکشن مطلوب تھے وہ میرے کشمیر کے مناظر جی میں خیال آیا پہلو کو چیر ڈالوں</p>	<p>ماخوذہ ازل سے یوں ہمکنار ہو کر مستِ الست گویا تھا راز دار ہو کر جس طرح سورہا ہو کوئی نزار ہو کر برسا رہی تھیں موتی ابر بہا ہو کر پا کوئی لڑکھڑاتا تھا بادہ خواہ ہو کر نقشِ دنگار ہو کر اور آتشا بد ہو کر آتی شیمِ گل پر بیل سوار ہو کر چھوہ گھٹائے ترس تھی چو بہار ہو کر آنکھوں میں آئے اغیار بار ہو کر جیسے کوئی چھپائے منہ شمسار ہو کر عیش و نشاط ہو کر اور شامِ مار ہو کر دل میں جو حسرتیں ہیں اکبا وہ نکالوں</p>

<p>اور مستی کا نقشہ آنکھوں میں خود جماؤں میں بیٹھ کر لبِ جوگ راکنی سناؤں جی کھول کر میں اپنا سب درویش بنائوں آنکھوں سے اپنی یہ وہ نگاہیں نہ ہوں من کی گلی میں پھیری جی کی ہر گناؤں دل کو مے بھجائیں مہر ہر کس گناؤں تہہ رت سہلے مجھ پر تہہ میں سناؤں وحدانیت کا نقشہ اس گناہ کے جماؤں اور شانِ بجز دی سزا نام و نشان مٹاؤں دل مجھ میں گھرنے میں دل میں گھرنائوں اکتا رہنے کے دل کا جب میں طار گناؤں</p>	<p>اہستی کا اک کرتہ تب میں تجھے دکھاؤں باوصفا بجائے شاخِ شجر سے باجا پھر گوشِ ہوش کھولیں یہ رازِ دلکش پھر مردانِ بیٹاؤں کی گائیں ان میں دھونی رماؤں خاکِ امیدِ دیم کی میں پتوں کی سائیں سائیں نہروں کی وہ صدائیں نقشِ دوئی مٹا دوں کثرتِ دلِ بیٹاؤں خافِ خودی سے رہ کر اپنا سرو پہ لپیٹوں خاموش ہوئے نگینِ امان میرے دل کے ایسی ہو کوک میری پتھر میں ہو ک اٹھے گلشن کے نغمہ پیرا ہوں غرقِ وحد و حیرت</p>
---	--

اک دم مشاہدہ ہو مطلوبِ طالبوں میں	اک نور ہو سمایا ان سارے قابلوں میں
-----------------------------------	------------------------------------

(۲)

خطاب بہ دل

ماہِ اگست ۱۹۷۱ء میں کالج سری امر ناتھ جی کی پاتر کی چھٹیوں کے لیے
قریب میں روز تک بند ہوا۔ رات کو ان چھٹیوں میں بارہ مولہ کی طوط سیر کرنے کا

خیال آیا۔ یہاں کے ایک مشہور مقام گوسائیں ٹینگ کے دیکھنے کا اشتیاق ہوا
 بارہ مولہ میں ہی ایک مقام نہایت خوشنما اور مغرب ہے۔ بلکہ ہندوؤں کا تبرک
 استھان بھی ہے۔ یہاں رام گڈ۔ پچھن گڈ۔ اور بیتا گڈ بھی موجود ہیں۔ مقام مذکور
 جو ایک چوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے ایک سنسان باغ کی صورت میں نظر آتا ہے اور
 ایک عالیشان و بارون مقام کی یادگار معلوم ہوتا ہے۔ اس کا موثر منظر دیکھ کر آدم کو
 چوہری خوشی محمد صاحب ناظر کی مشہور نظم ”شمشا و کشمیر کا دھیان آیا جس میں انھوں
 نے دیر باغ واقع سری لڑکا خا کہ لکھنچا ہے۔ چونکہ اس مقام نے ایک نظم لکھنے کی تحریک
 کی۔ انہی کی بحر اور ردیف و قافیہ میں ایک ترکیب بنا اس دلکش مقام کی تعریف
 و بیان میں لکھ ڈالا اور بہت عرصے کے بعد رسالہ ”طریقت“ لاہور کے ایڈیٹر
 منشی محمد الدین صاحب فوق کے پاس بھیج دیا۔ انھوں نے اس کو بہت پسند فرمایا
 اور رسالہ میں شائع کیا۔

<p>گھر سے نکلا اس کو بہانے بسوؤ کو ہمار ہمدنوں سے سیر کا یہ کہہ رہا تھا اظہار اس کا فوٹو پیشکش دل کے گیا بے اختیار جس کے سایہ سے ہوئی رستی مے دل پر سودا دل نہ چلا میرا کیا مثل شتر بے ہمار منفعیل تھا کیوں میں لا اس کو سنے مرغزار تو یہاں کیوں بٹگیا دیوانہ ہو کر ہوشیار</p>	<p>شور و شر سے شہر کے جب لہوا کچھ پیارا موسم سرما میں لیکر اک بغل میں کاٹا ٹیڑی دیکھا کہ آنکھوں نے قدرت کے منظر کو نظر یہ فرق تھا کہ اک بیٹا تھا اور اس میں ہی کہتے ہیں فرزانے سچ دیوانہ رہے جس است محنت جبرائیل تھا کہ یہ تو سن ہو گا لو کس طرح کی نصیحت میں نے اس کو ای دل حرام لیسب</p>
--	--

<p>اب میں لٹکا نہیں تھا یوں تیر و زینہار تاکہ وقت نزع تک باقی ہے بیبا دگار خوش گزرتا ہی یہاں ہر شخص کا میل و نہا سیدہ لاکہ کسی کے عشق سے ہر د اندار کر رہی تریس ہی حیرت ہی کسی کا ارتطال ہو کہیں کوئل کہیں بلبل کہیں قمری سار ہیں چواری ایسے پاک استحقان کے بلبل خزا اور ہی ابھی اس کی دھونی میں استادہ چنا</p>	<p>تب دیا تو کب زباں سے دل نے لکے پیغام پہلے نقشہ کھینچ لوں اس کا میں کلکے اس سرود افزا چمن سے گرد و باغ نشاط ہو کسی دلبہ کے برے فتنن غرق غرق ہو کسی کا کل سے شرما کر غمشہ سرنگوں جس طرف پھرتے ہیں تی ہر صدائیں سیکڑوں بن کے بن باسی یہاں پھرتے ہیں سائے دلوں نہ گھائے وہاں یہ گئی ہیں پریشہ کر کے</p>
<p>شکر سے واپس کل جانا یہ کیا انصاف ہے حضرت من مہری جانے سے جواب صاف ہے</p>	<p>شکر سے واپس کل جانا یہ کیا انصاف ہے حضرت من مہری جانے سے جواب صاف ہے</p>
<p>گرچہ فانی ہیں حیات جاوداں کہتے ہیں ہم ہو نہیں سکتا عیاں جو کچھ نہاں کہتے ہیں ہم ہی پہنچے سے جو پر و اس جا مکاں کہتے ہیں ہم عشق کے بازار میں کیا کچھ زباں کہتے ہیں ہم بیوفانی کا زول تجھ سے کہاں کہتے ہیں ہم واسطے سجدہ کے تیرا آستان کہتے ہیں ہم جلنے رحمت خواہش شور و فغاں کہتے ہیں ہم ہیں نہیں پر زریا ہفت آسمان کہتے ہیں ہم عقل انسان ارسا ہو گھر جاں کہتے ہیں ہم</p>	<p>رہ کے دنیا میں نکاح پر تیاں رکھتے ہیں ہم ہی لبالب سا غرول لب نہیں کھلتا کہتے ہیں ہم ہر قدم پر و راتے ہیں نظر مثل افق طالب سوائے الفت کیوں سووائی ہوا غرق شجر و کبر و خجوت آشنا ہوتا نہیں اے مے پہلو سنیں دشمن نہ کر تناغور چل ہلکے ساتھ دو کھلائیں تجھے اک سبیل غ رہے گے پستی میں ہمارا ہی ستارہ صبح پر رفعت شان حقیقت اک شب معراج ہو</p>

<p>منہ دکھا سکتے نہیں ہیں سیم عیانی سولے بحر عالم میں کنارا فیتہ ہونا پدید عالم عقبہ میں لینے لپسی اپسی راہ سب تن بدن سب ہو چکا ہے نذر غم لپے ہما بھاگ اٹھنا لے دل ناواں ناشکل لب تاب ویا را ہی اگر سننے کا گوش ہوش کھول</p>	<p>گو پہننے کو لباس پرنیاں رکھتے ہیں ہم دلے کا کامی نگاہ ناتواں رکھتے ہیں ہم منزل دنیا میں شکل کارواں رکھتے ہیں ہم تیری ہمانی کو مشیت استخوان کھتے ہیں ہم جبکہ سر میں آنکھ کے دوپاساں رکھتے ہیں ہم تیرے ہلانے کو طرفہ آستان رکھتے ہیں ہم</p>
---	---

الغرض با این سخن دل را تسلی ساختیم
 ” ہرچہ باد ابادا کشتی در آب انداختیم

<p>عالم پستی میں ادنیٰ ہو کے تم اعلیٰ رہو منزل بستی میں فید ز ندگی کسے ضرور صاف کہا۔ و سوز الفت میں کہانی سخن کرسی جلوت میں بھی خلعت میں تم ہو تابین دشت بیامی میں قس عامری کے ہوفتن گل میں مثل بور ہول میں رہو مثل سرور وقت تسلیم و رضوان جاؤ تم تحت الشرائع مات ہو بلبل کو بولو اور وقت خامشی زینت حسن چین کے بعد باغ و ہر میں عاقبت کی عاقبت منظور ہے تو بن کے تم لطف ہو آدم کا بھی کثرت آلام میں</p>	<p>حلقہ درگوشی میں بن کر ماہ کا مالار ہو موتیوں کا دل جگر چھ کر بھی تم جھلا رہو تم لب گریبا پہن کر مثل بتخالار ہو یعنی ہر حلقہ میں ہر محل میں تم بالار ہو کان میں لیلے کے مثل بولوئے لالار ہو برہمن کے ہاتھ ٹھرن شیخ کی مالار ہو سرلندی میں تم اوج عالم بالار ہو بر سر بنج معانی ہو کے تم تالار ہو خود نہال عاقبت کے حاقظ اعلیٰ رہو نفس سرکش کے لیے تلوار اور بجالار ہو دشت بیامی میں سوز عشق کا چھلاؤ</p>
--	--

کان میں اس ماہر کے کج تم بال رہو صورتِ آہ و قنار بن کر ہونا لار ہو ردنی کا نرمی و گرمی میں بنے گا رہو عالمِ اعلیٰ میں ادنیٰ۔ ادنیٰ میں اعلیٰ رہو	صدقہ ہونے کی کسی کے رخ پہ خواہش ہو کر گر سائی چاہتے ہو کو چہ دلداز تک ہمت و جرات میں ہو تم پیکرِ آہن کے تخت الغرض مطالب کی کہتا ہوں مستور گزشتہ
---	--

بعد ازیں یاد اداں چہ کو ہم حال چون و چند شد
حرف ہائے دل چو بشیورم زبا نم بند شد

(س)

ارمغان طالب

جناب چودھری خوشی محمد صاحب ناظر کی نظم موسومہ بہ ارمغان ناظر پر مخزن ماہ
اپریل ۱۹۱۱ء میں ایک تفہیم بعنوان قند مکرر نظر سے گزری حضرت ناظر کو سری نگر
سے مدتِ مدید کی چارائی نے یہ نظم لکھنے پر مجبور کیا تھا۔ اگرچہ راقم کے لیے کوئی ایسی
وجہ اس تفہیم کے لیے نہ تھی۔ لیکن کشمیر کے مناظر کا سماں اس بات کا تقاضی ہو بلکہ اس
زمین کو اپنی ناقص طبیعت کا جولا نگاہ بناؤں۔ تاکہ کم از کم تصور میں ایسی مالیت کا احاطہ
پیش نظر ہو۔ اس محسن کا پہلا دوسرا اور پانچواں مصرعہ راقم کا اور تیسرا اور چوتھا چودھری
صاحب کا ہے۔ یہ محسن ۵ مارچ ۱۹۱۵ء کو نکلا گیا تھا۔

چل میسے ساتھ ان کو دلِ بیقرار دیکھیں لے سارباں اٹھائے کب تو ہمار دیکھیں	جا بیٹ گئی میں اس کی دیدار بار دیکھیں ہم بھر کے ستائے پھر کوئے بار دیکھیں
--	--

اشرجہ دکھائے بے اختیار دیکھیں	
شکل بہت میں ہم نے دریائے لگا دیکھا	پریاگ کا تماشا جہنا کا رنگ دیکھا
یہ دشتِ سنگ دیکھا اور گریہ تھکا دیکھا	پھر لالہ زار دیکھیں اور شاہِ مہار دیکھیں
باغِ نشاۃ سے پھر دل کی بہار دیکھیں	
منتظر دیکھنا تھا سو پاگئی ہیں آنکھیں	قدرت کے کیا مناظر دکھلا گئی ہیں آنکھیں
پتھر کے دیکھنے سے پتھر اُگئی ہیں آنکھیں	اب آبشار دیکھیں اور سبزہ زار دیکھیں
دامانِ دشت دیکھا اب کوہِ سار دیکھیں	
ہوتی رہی جان اپنی قربانِ دلربائی	قد سے ہوئی دوبالا ہی شانِ دلربائی
وہ ساحلِ بلوریں وہ جانِ دلربائی	برگ چنار دیکھیں یا دوستِ یار دیکھیں
دو آنکھوں سے اُٹھی کیا کیا بہار دیکھیں	
آئینے جب نظر میں نیک حسنِ نرواں	کھودیں گے اپنی زنگت یا قہرِ نعلِ پاں
طاس زردی میں الماس ہوں پریشاں	پتوں پر طل کے موتی جب بدار دیکھیں
تختِ زمردیں پر ڈر شاہو دار دیکھیں	
اک نور ہو برستا گلشن میں برگِ بر سے	فضلِ خزاں کا کھٹکا ہو وہ ہر شجر سے
وہ لاگ کی گھٹاسی صحنِ حسن سے بر سے	سر و چنار ملکر گاتے مہار دیکھیں
ہر شاخ گچ گاتے بیل ہزار دیکھیں	
محل میں بیٹھ کر پھر لطفِ سخن ہو پیدا	بیل ہو باغ میں پھراک بارگ کی شیدا
باغِ نشاۃ میں ہو نرم نشاۃ بر پا	ہر سمت چار یاری زیر چنار دیکھیں
ملنے ملائے با ہم سب یار غار دیکھیں	

ہوں ہمکنار ساقی احباب پیاری پیارے	حسن ازل کے فخرن بیٹھے ہوں پاس
وہ حسن کے نظارے وہ عشق کے شہرے	وہ برقرار دیکھیں یہ بے قرار دیکھیں
وہ تاجدار آئیں ہم خاکسار دیکھیں	
اکسیر سے ہو بڑھ کر مٹی ہیں وطن کی	ہو آرزو یہ من کی ہو سیر اس چین کی
انہار ہوں لبں کی انظار یا سمن کی	ہو یاس ہو چین کی گر گشت زار دیکھیں
خوشبو ہو زعفران کی گر سبز زار دیکھیں	
گرتا ہو پتھروں پر پانی محسوس چل کر	رکھتی قدیم ہو بارش اپنا سنبھل سنبھل کر
چاندی اچھالتی ہوں نہریں اچھل اچھل کر	شاخ و شجر سے ان پر زر کا شمار دیکھیں
چستے طرح طرح کے اور آبشار دیکھیں	
آکھیں ہوں عاشقوں کی وہ عین آج	نظارہ چین ہو پھر رشک باغِ خنداں
دیر انکار تریں جگل کی سبزیریاں	ادر کالے دیوبن کر سب لوہا دیکھیں
ہر نوک خار گلشن اک پرہ دار دیکھیں	
چھپ چھپ کے چلتے جائیں ہم تختہ سمن	سبزے پہ لوٹ ہو دل گلشن میں باہن میں
ہر گل کے پیر میں سرسبزین و نسترن میں	ریجاں میں یا سمن میں تصویر یا دیکھیں
ہر رنگ میں نمایاں حسن نگار دیکھیں	
نورِ خرا ہو ظاہر ہر سہمائے ہر بشر میں	آئے اسی کا نقشہ دیکھیں جانِ غریب
القصدہ خشک تریں ہر رنگ میں حجر میں	ہر برگ میں شجر میں حسن نگار دیکھیں
اک آئینے میں ظاہر صد باہار دیکھیں	
نیاب ہو رہا ہوں منزل ہو دوز ناظر	تن تھکے ہو گیدے سب چور چور ناظر

وہ زوج کی چوٹی ہوا پنا طوڑنا خطر	سرکار کی تجلی وہ آشکار دیکھیں
موسیٰ کی طرح ہم بھی دیدار دیکھیں	
یادیں کیوں ہو طالب دل کو نہ کر نگہ تر	مطرب خود ملیگا قسمت اگر ہو یاد
وقت قبولیت ہے اللہ سے دعا کر	کشمیر کی بہاروں میں کردگار دیکھیں
یعنی کہ اپنے جذب دل کی بہار دیکھیں	

(۴)

اہل کی سیر

اہل کشمیر میں ایک نہایت پُر فضا اور قابل دید مقام ہے۔ راقم کو بھی اس کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ سری امر ناتھ سوامی کی یا ترا کی چھٹوں میں، اگست ۱۹۱۷ء کو چند احباب کے ساتھ اس طرف کو روانہ ہوا۔ سری نگر سے یہاں تک قریباً ۶۰ میل کا فاصلہ ہے۔ اول قصبہ شہ پیاں میں تین روز تک ایک دوست کے اصرار پر ان کے ہاں ٹھہرے۔ چوتھے دن علی الصبح اس کا نظارہ دیکھنے گئے ہمراہیوں نے غور و نوش اور دیگر ضروریات کا کافی انتظام کیا تھا۔ ایک دو نوکر بھی ساتھ تھے جنہوں نے ہر قسم کی سہولت کا سامان مہیا کر رکھا تھا۔ سورج نکلنے سے پہلے ہی ہم منزل مقصود پر پہنچے۔ اس جگہ پانی پیار سے تقریباً بیس فٹ کی بلندی سے ایک آبشار کی صورت میں نہایت زور و شور سے گرتا ہے جس سے مباحوں کو کچھ تو مسرت حاصل ہوتی ہے اور کچھ ان پر وحشت چھا جاتی ہے ہر طرف سنائے کا عالم نظر آتا ہے۔ سچ پوچھیے تو یہ مقام یا تو ایک نارک الدنیا کے لیے

موزوں ہی یا ایک سچے طالبِ دیدار کے حصولِ مطلب کے شایانِ شان ہو
عام لوگوں کا یہاں دخل نہیں۔ کوئی بشر ایسا نہ ہوگا۔ جو یہاں اپنے تمام راحت
و آرام اور بچ و آلام نہ بھول جاتا ہو۔ اس آبشار کو دیکھ کر اقم کے دل میں کیا کیا
خیالات موجزن ہوئے۔ ایک مختصر ترکیب بند موسوم بہ "آبشار اور میں" کی
صورت میں مندرجہ ذیل نظم کے بعد درج ہیں اور یہاں کے آس پاس پہنے وئے
گجڑ لوگوں کی سیدھی سادی مگر قابلِ رشک زندگی نے کیا کچھ سمجھایا۔ ذیل کے
ترکیب بند سے معلوم ہوگا۔

دل میں تھی حسرت کہ دیکھوں آبشاروں کی بہار
سبزہ و گل کا نظارہ جو بہاروں کی بہار
مرکزِ دلِ غمِ ملالِ یاس و حرمِ تنہا بنا
دیکھ کر میں اپنے دل کے لالہ زاروں کی بہار
بسکہ دل اُکٹا گیا تھا شور و شر سے شہر کے
بزمِ یاراں میں نہ تھی مرغوب یاروں کی بہار
آرزو تھی دیکھتا میں گاشنِ سحر و وفا
راستی اور صدق کے امیدواروں کی بہار
جس جگہ ثابت قدم ہوں شاید ان بزمِ حُسن
رنگ لاتی میرے دل کے انتشاروں کی بہار
گوشِ شنوا چشمِ بینا بن کے دنیا دیکھتے
سازِ وحدت پر حقیقت کے ہوتا روں کی بہار

چشمِ خمار آلودہ ہیں آئے نظر
 عکسِ ہستی اور قدرت کے نظاروں کی بہا
 دورِ ہوشِ یادِ پو نہی بارِ غم و اندوہِ دل
 چشمِ نظارہ میں کھجے جلے بہاروں کی بہا
 ضبطِ نامکن ہوا جو شسِ جنوں بڑھتا گیا
 ٹھان لی آخر کر دیکھوں کو ہساروں کی بہا
 عالمِ وحشت میں آخر چل پڑا میں شہر سے
 ہو عیاں قدرت کے جس جا پر وہ داروں کی بہا

بود چوں نابود از مدتِ خزار آرزو

خواستم شاداب میدیدم بہار آرزو

تھا ابھی مشکل سے نکلا عالمِ افروزِ آفتاب
 ڈال دی میں نے پہنچے ہی نظر چاروں طرف
 ابرِ بدستی سے گھوڑوں پر ہوا کے تھساؤ
 نورِ سبحانی نمایاں تھا وہاں ہر ذرہ سے
 نعمتِ رحمتِ بجاتی تھی جو مضربِ نسیم
 سینہ میں بانسوں اچھلتا دیکھ کر دل وہ سال
 چشمِ بینا کے لیے تھا جو فہمِ معنی کھلا
 اپنے آپ کی ہری سُدھ بڑھ نہ بھلاؤں
 گاؤں کا وہ دلِ بامنتظر غزلے روحِ تھا

منزلِ مقصود میں جب ہو گیا میں
 دیکھ لیں نیزگیاں قدرت کی تھیں جلا جلا
 پی کے آیا تھا نسیمِ ساغر کی شرب
 قابلِ نظارہ تھی وہ اہل کی آفتاب
 سازِ ہستی کی صدا تھی نعمتِ رواں رہا
 جس کی دل آویزیاں تھیں کل جہاں میں آفتاب
 شاہدِ حسنِ ازل کا جلوہ تھا یوں ہے حجاب
 خود فراموشی کے دیبا میں تھا ماندِ حجاب
 لطفِ نظارہ وہ جس کا تھا کچھ حجاب

جن کے آئینے میں اترائے جس جواب	الغرض منظر تھے قدر کے نمایاں طرہ
اہل وہ راہشاہان دیدم مقیم اہل پیش ایشان رفتم و گفتم بہ اک اہل حل	دوستو تم کو مبارک ہو یہ دلکش سرزمین بن کے باسی بن کے بیٹھے کچھ تنہائی میں تم آشنائی تم کو کوکھ سکھ کے نہیں احساس سے بھول کر بیٹھے ہو تم سب ہم و راہ و زیوی ہو الاک بیٹھے ہو تم شہر کے خیال سے سادگی پر پیہلاری سینکڑوں فیشن نثار کرتے ہو دن زندگی کے عیش و عشرت میں ہو نہ پابند علائق شہر والوں کی طرح بے خبر ہو دو کاوشہائے بے مہری و تم قابل صد رشک ہے بیشک تمہاری زندگی
شکر حق میں تم کو تم رات دن پائی جیں نکھر سے آواز لے شہر کہتاں کہ کہیں شا و شادی میں نہیں غم ہیں ہوا دیو میں کر چکے ہو درس بے غرضی تم از میر و فیشن برشاک اور حرص ہو اسے تم را و تہہ ہر خرمی ہی فضل حق حق ہیں ملک بالیقین و اسطہ رکھتے نہیں تم سے ذرا بھی نقص و کیں احتلاط باہمی سے تم ہو بالآخر کہیں گو تمہیں گھیرے ہو ہی ہر دم میں کہ جس گرچہ تم کو علم ایسی بات کا مطلق نہیں	چوں سخن را ختم کروم شہد و حیراں شدند ہم سخن اس طور با من جملہ آں یاراں شدند
سچ اگر پوچھو تو زیب عالم فانی ہو تم کام نزن جن سے سو تو معراج روحانی ہو تم نرم میں اہل نظر کی شمع نورانی ہو تم آیتِ لطیفِ حق و روشن نیر دانی ہو تم	ہمدرد! نیز گمانی غم آلسانی ہو تم شہر میں بی صاف شکر کس کا بج اور سکول مشعل علم و ہنر سے کرتے تاریکی ہو دور مخفا میں محبت میں عیش کے سامان ہیں

عشق میں پاتے ہو تم ہی لذتِ زوگلاز صنعتِ حرفت کے سماں میں مہیا نہیں تم میں بس بوسہ تر و کا لیا اس آتے ہیں نکل شان سے کرتے ہو تم اپنے مکاں رہتے منبعِ الطاف ہو ہر شے جو و کرم ہر طرح مسرور و خرم شاد ہو دلشاہو	حسن کے پرے میں قہرِ نوا فشان ہو تم مثل نقاشِ ازل بہنہ او ہو مانی ہو تم ہو غنی توصیف سے تم فخرِ خاقانی ہو تم خانہ آرائی میں کیا بے مثل و لاثانی ہو تم شہرِ عالم اور تہذیب کے بانی ہو تم بے خبر ہر شے سے ہم محبوبِ بجا ہو تم
---	---

چوں سخنمائش بدیں صورت سر انجام یافت
موقعِ اطہارِ حالتِ ایں دلِ کام یافت

ہنستے اور بستے رہو ایسی جگہ کیارل چین ڈھٹے ہتے عدا دل کے ہونعموں کی بہار جملہ گلیں سے بن ٹھن کے نکل آتے ہیں جب آہ ایسا بندگانِ عالم صبر و سکون وہ سکونِ قلبی تا ہی نہ تباہوں کو نصیب مست جامِ بخود ہی ہو دامنِ ہسار میں کاش میری زندگانی بھی یو بھی جوتی میر قلوب ہو آگئی سرِ چرب رائی کی گھڑی سیراس گلزار کی افسوس جی بھر کر نہ کی رحمت ایسا ریل لگا پہنچا زمانِ الوداع	صبحی دم تم کو مبارک سازو سامان چین ہیں سناتے رکھتی جب خوشنویاں چین رنگ کھلاتے ہیں کیا کیا نو عروسان چین جانفزا ہیں کس قدر نیرنگِ امان چین محو ہیں جس میں تھکے غمِ سخاں چین ہو تھیں حاصل بہارِ بسن پوشان چین کاش ہوتا کچھ دنوں ہی میں بھی مان چین دل کے دل ہی میں ہے جلتے ہیں امان چین میں لیے جاتا ہوں دل میں داغِ بھراں چین الوداع اب الوداع ہو دوستداران چین
---	---

چول پس مردون دوبارہ زندگی یابیم ما
حالتِ آں مثل و ہتھاں از خدا یابیم ما

(۵)

آبشار اور میں

آمیرے پاس نوں ہوں آپس میں ممکن بہ
حالت پر ایک سے کی روئیں زارہ زارہ
ہو کر ہر کسی کی مجھے یاد بے قرار
آماجگاہ غم ہوں میں آشفقتہ روزگار
دستِ جنوں ہی میں ہیں گریبانِ ہزار
تو ٹھو کروں پہ ٹھو کریں کھائی ہویشما
تو خستہ حال ہو تو ہوں میں بھی ذلیل و خوار
شرمندہ میں نہ تجھ ہی نہ تو مجھ ہی شہرِ مسافر
غجو ار ہو تو میری میں ہوں شہرِ انگسار

آ آبشار مل کے کریں ایک جا قرار
تو مجھ کو اور تجھ کو سناؤں میں دردِ دل
کراہی بہت سہر تو کسی کے فراق میں
آئی تھی تنگ تو جزمائے کے ہاتھ سے
وحشت سے دور بھاگ مے پاس نہ تو
آئی ہیں پیش و قفیس ہر گام پر تجھے
بہشت ہو تو ادھر ہوں حرامِ نصیب میں
تو میری رازدواں میں بنوں تیرا رازدار
ایک حال میں ہیں توں تنہا یہ ہیں بہت

سینے سے اپنے جلد لگا تجھ کو تو کہیں

تیرے بغیر یا رکونی آشنا نہیں

دلدادہ میں کسی کے ہوں مئے نگار کا
ہمزنگ و ہمنوا ہوں میں تجھ زہرِ بار کا
خاکہ اڑاؤ میرے بھی صبر و قرار کا

شکوہ ہے تجھ کو فرقتِ یار و دہار کا
سر پر ہوا ہے بار کسی سنگدل کا عشق
تو نہیں دے گئے تجھے اپنے آپ پر

مکھن بنائیں دو دنوں کسی کو ہمارا ہیں ہوں شکار گردش میں دنیا کا عاشق نہیں میں شہرِ رشِ فصلِ بہار کا میں کشتہ ادا ہوں کسی گنہگار کا کچھ پاس ہو کر آئیں غریب الدیار کا جتنا دگرگوں حال ہو چھ بادِ خوار کا	بیزاہوں وطن سے میں بستی سوزِ درد پابند تو نشیب و فرازِ زمانہ کی آتی نہیں ہوش تجھے رنگِ جی چمن مایدی ہے اگر تجھے دیدارِ رستے ہم دم ہے میری اس لیے تودہ نہ تجھ سو دہ مستی کا تیری رنگ بھی گرا ہو اس قدر
---	--

مالاں ہوں رات دن میں تو ہی آشوبگار
گر بیاں صبح و شام میں توبے قرار تو

رونے سے میرے رونے زمین سب پر آب ہو
جائے شگوفہ شلخِ چمن پر حباب ہے
دہا شکا یزیاں ہیں تری اپنے حال پر
جس سے کہ بادلوں کا بھی دل آب آب ہو
میں مبتلائے حجب تو آوارہ بلا
محبوس میں تو مائلِ صدیچ و نابا ہے
بے اختیار میں ہوں تو ہے تو بھی بیقرار
سیاہِ دار میں ہوں تجھے اضطراب ہے
میرے لیے زمانہ میں حیران و یاس ہے
تو بھی اسی قماش سے حسرتِ آب ہے

ہستی مری اک آمدورفتِ حیات ہے
 تیرا وجود بھی تو مددِ جزیرِ آب ہے
 گویا غبارِ بن کے اڑی تو ہوا میں خاک
 دونوں کی ایک طرح سے مٹی خراب ہے
 بیکس ہے تو ہیں لوگ تجھے شاد و یکھ کر
 بے بس ہوں مجھ کو دیکھ کے خوش و شاب ہے
 پھر مجھ سے تو جدا ہو رہوں تجھ سے میں جدا
 افسوس اے درِ بے عجب انقلاب ہے

بیاری فراق کشیدم چہ شد ترا	ہاں شتا بمرگ رسیدم چہ شد ترا
----------------------------	------------------------------

۶	
بچپن کی یاد	
خمیس بروزِ نمرود	

آج سے تقریباً نو سال پہلے اپنے ایک دوست پنڈت راجو صاحب
 منشی گبیشی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ پنڈت صاحب مرحوم اخلاق اور اوصاف

حمیرہ کی ایک مجسم تصویر ہونے کے علاوہ انگریزی اور اردو لٹریچر کے دلدادہ تھے چنانچہ باوجود محدود تعلیم پانے کے انھوں نے دونوں زبانوں کے بڑے بڑے مصنفوں اور شاعروں کی بیشتر تصانیف اور دواوین کا مطالعہ کیا ہوا تھا جب کبھی راقم ان کے ہاں جاتا تھا یا وہ نیازمند کے مکان پر تشریف لاتے تھے اکثر اردو فارسی شعر و سخن کا تذکرہ ہوتا تھا۔ اس روز جس کا اوپر ذکر ہوا انھوں نے مرحوم منشی درگاہ سہلے صاحب سرور جہاں آبادی کے کلام کی دو کتاہیں ”خجانشہ سرور“ اور ”جام سرور“ لاکر میرے سامنے رکھ دیں اور فرمایا کہ حال کے ایک نوجوان شاعر کا کلام دیکھیے کس قدر پر جوش اور زور دار ہو اور دودھ سا سے بھرا ہوا میں نے کہا جی ہاں! ان کا کلام ملک کے اکثر رسالوں میں وقتاً فوقتاً میری نظر سے بھی گذرا ہے۔ لیکن اس مجموعے کی صورت میں آج تک نہیں دیکھا تھا۔ اچھا آپ اس میں سے کوئی اچھی نظم پڑھ کر سنائیے کہنے لگے میں نے اس میں سب ہی کچھ اچھا سمجھتا ہوں کہیں سے بھی پڑھ لیجیے، نیا ہی لطف ملیگا اتنا کہ ”جام سرور“ کو کھولا اور فرمایا مثلاً یہ لیجیے ”بچپن کی یاد“ پر کیا دلکش نظم لکھی ہے بھلا نہ جذبات کا کیا سچا فوٹو کھینچ کر پیش کیا ہے۔ کاش ہمارے ملک کے نوجوان شعراء کے کلام میں بھی صہلیت اور واقعیت کا یہ رنگ پایا جاتا ہے۔ عرض کی اس کو پڑھ کر سنائیے۔ اول تو نظم کی دلفریبی کا کیا کہنا اور اس پر ان کے دلکش انداز میں پڑھ کر سنانے نے مجھے تھوڑی دیر کے لیے محو کر دیا۔ بے اختیار میری زبان سے واہ وا اور مر جا کے کلمے نکلے پھر کہنے لگے۔ آپ بھی ایسا ہی ایک شخص لیجئے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ صرف نخل سے کام لیجیے باقی

مقبول۔ بحرِ وزن۔ تافیر۔ رویت وغیرہ یہی رہنے دیجیئے۔ کیونکہ یہ بندش اور طرزِ مجھے دل سے پسند ہی۔ چونکہ راقم بھی اس نظم سے متاثر ہوا تھا۔ ان کے ارشاد کی تعمیل کی اور ذیل کا مجس لکھ کر پیش کیا۔ اس کو پڑھ کر نہایت مخطوط ہوئے اور اسی وقت اس کی ایک نقل لے گئے۔ تین چار سال کے بعد لاہر رکھنا تھا سہلے صاحب ہیڈ ماسٹر دیال سنگھ بانی اسکول۔ ایڈیٹر رسالہ "زینتِ تعلیم" لاہور کے طلب کرنے پر ان کے پاس اس کو بھیج دیا۔ انھوں نے پسند فرما کر اس کو اپنے رسالہ میں شائع کیا۔

خواہش ہی تجھی و اون پھر میں ہمنا پچین	تجھ کو گلے لگا کر ہوں اشکبار پچین
تیرے فراق سے ہی سینہ لگا رہ پچین	ہاں خواب میں دکھائے منہ ایک بار پچین

دل سے غم جدائی اک بار میں نکالوں	اے کب تک ہوں یہ صدمے یہ انتشار پچین
بے فکر کھیل کھیلوں گامہ۔ بیڑیا لوں	ہی آرزو یہ میری پھر تجھ کو دیکھوں بھالوں
	سیٹی بجا کر ان کو جب چاہے دل بھالوں

اے کاش پھر وہ آئے جو وقت غمزد تھا	اسے بہانے غم نہ ملے غمگسار پچین
تجھ نفع کا نہ سودا نقصاں نہ سوچتا تھا	جب خوفِ سرزمین بھی اک لطفِ رحما تھا
	مرنا تھا یا نجاتنا جینا سب مجھ کو ایکسا تھا

کھل تھی ساتھیوں کی رزق میں شکایت	کیا بے بہا تھی نعمت اے کرو گار پچین
کرتے تھے در زیشیں ہم مانند کرشن درجن	رہنا تھے اپنے دادی بگڑا روکے و بزرگ
	افسوس پھر نہ ہونے کیا ان دنوں کے درشن

	میرے لیے تھا بیک تصویر یا عین	
وہ خوشنما کھلونے وہ دلہنیا کھلونے	بہلانے کے لیے تھ صبح و سنا کھلونے	کھو بیٹھا ہائے اپنے میں غم و کھلونے
	اس کا ہوں منتظر میں دیوانہ وار نہیں	
تھا دھن کا اپنی بچا گویا کہ بادشا تھا	ماتا پتا کا اپنے میں پیارا لاڈلا تھا	حادثہ تھا کسی کا بخش سے بھاگتا تھا
	ایک سال میں نیک و بد کو اس نے جانتا تھا	
	اک تجھ کو جانتا تھا میں غمگسار بچپن	
ان کی تلاش میں پھر وہ دور و دور پہیل	وہ ساتھیوں کا میرے آگے سو ہونا اچھل	وہ کھیل اور وہ چپل وہ باغ اور وہ گل
	تھا کہ گھر کو واپس آنا وہاں سے نکل	
	دل میں ایسی، و باقی وہ یاد و گداز بچپن	
	وہ چھوٹا اوجھ پھر کنازہ اور گنا	خطرہ ہو گرچہ بھاری ممکن نہ تھا بھگنا
	وہ دور وہ بھول جانا اور ہر طرف بھگنا	وہ پیر کی سواری وہ شرف سے لگنا
	تیری عنایتوں کا کیا ہے شمار بچپن	
	اور ساتھیوں کا ہنسا اور میرا منہ جھکا	لفح و ضرر پہ ہر دم ابھی ان مسکرا
	عیش و طرب کے نعرے چاروں طرف نکلا	بزم خوشی میں گاہے روٹھے کا وہ منانا
	کیا کیا سنائوں تجھ کو ہوں بے قرار بچپن	
	گریٹھنا اچھلنا اور کوونا جو چلنا	ہر بات پر بگڑنا ہر چیز پر چلنا
	جو منہ سے گدیا میں اس کا بھی ٹلنا	الطافہ پنے کا پہلو ہر کام میں نکلنا
	اے بادشاہ بچپن اے طرفہ کار بچپن	

دل میں لگن لگا کر دل کو جلانے والے	اوسا سمجھ فسونگر اودل لہانے والے
مڑ کر ذرا آنکھ کر و تیرے جانے والے	پھر کر ذرا نظر کر اوسے چھپانے والے
بیچھے ترے دواں ہوں بے اختیار بچیں	
ہر تاب سس وہی آب مروہی ہے	خام شفق وہی ہو فوجِ حسد وہی ہو
دنیا میں امنِ راحت اور شور و شر وہی ہو	جس طرز پر کبھی تھا یہ بکرو بروہی ہو
اب کیا ہوئے وہ تیرے فتنے و کھلم کھپن	
تفلیسِ جینے پر ہو کیا لطفِ ننگانی	غائب ہوا ہو بچپن کیونکر تو ناگہانی
بیوہ اب ہو پالیے امیرِ شادمانی	ہو گناہِ ارغوانی یہ رنگِ زعفرانی
اہستہ چل خدا را سے میں نہ کار بچپن	
بچپن نہ تجھ کو کرتا دھماکے کے نصرت	تقدیر میں جدائی کھٹی تھی واکِ حسرت
کھو بیٹھا تجھ کو اک دم ہوائے میری قیمت	جاہ و جلال تیرا باقی نہ تیری عظمت
روتا ہوں تیری دھن میں کیا زار زار بچپن	
دیوانگی کی خواہش یا عقلِ مکنتِ دال کی	چب تو تھا میرا ساقی چاہت نہ تھی جاں کی
بالطبع تھی جو عادت تھی جو اداسو بانگی	الفت نہ تھی بتوں کی خواہش نہ ہر گپاں کی
جب تو گیا تو آئے کیونکر قرار بچپن	
اس عقل اور سمجھ سے بیزار ہو گیا ہوں	اس عہدِ یغودی پر ماتم میں کر رہا ہوں
مثلِ تسو و رہو دم کرتا یہی دعا ہوں	نالوں میں بلبلوں کا طالع ہیں منہ ہوں
لے لے شباب سے ہے پروردگار بچپن	

طفلانہ جذبات

اپریل ۱۹۱۷ء میں منشی و نایک پرشاد صاحب طالب بنارس مرحوم کی ایک نظم راقم کی نظر سے گزری۔ جس میں ایک ایسے لڑکے کے جذبات کا نقشہ پیش کیا گیا ہے جس کا بھائی مر گیا ہے۔ ایک معصوم بچے کے دل میں ایسی حالت میں کس کس قسم کے خیالات موجزن ہو سکتے ہیں۔ اور وہ اپنی سیدھی سادی زندگی اور سچے مطابق بھائی کے ناگہاں غائب ہو جانے کی نسبت کیا کچھ سوچ سکتا ہے۔ اس نظم سے کسی حد تک اس کا اندازہ ہو سکتا ہے منشی صاحب مرحوم کی نظم پر چند شماریں حسب دلخواہ رد و بدل کرنے کے بعد یہ تضمین کی گئی اور کچھ عرصے کے بعد رسالہ ”گلشن“ لاہور میں شائع ہوئی۔

بچہ :-

بھائی کو مرے کیا ہوا اماں بیتا دو کچھ حال خدا کے لیے اس کا تو سنا دو
دیکھا نہیں برسوں سے اُسے لاکے دکھاؤ اماں مری اماں مے بھائی کو بے با دو

اس کام میں پسینہ نہیں دھیا نہیں جاتا
پر مجھ سے اکیلا کہیں کھیل نہیں جاتا

”ماں“ :-

وہ ایسی جگہ ہے کہوں اس کو کہ اب تو دیکھ سکیگا نہ اسے ماہِ تھا اب	کیا تجھ کو بتاؤں ترے بھائی کا تہ لب وہ چاند ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا اب
	اب آپ کو بھی غم کے چہلے نہ کرو تم اس بات کو جانے بھی دو اے نہ کرو تم
اس پھولوں کا لینے کے لیے آتے ہیں ہر ہم اور وہ اب جل کے پڑتے ہیں ہر	بچہ:- بانوں کے ٹرگشت کو اڑھا ہیں بھروسے بھائی! ہو تو پھر چلے کہاں پاتے ہیں ہر
	جس طرح بنے تم مرے بھائی کو دکھا دو اک بات نہ مائوں گا میں بھائی کو بلا دو
بھائی! یہ ترے جان کوٹری کی دانتی پھر لاؤ گے لے لال کہاں سے کوئی ساشی	ہاں:- افسوس مے نے میں کیا ہو گئی کیا تھی تم کھیلا کیلے یہی مرضی خدا تھی
	بھائی! کے عوض اور سے کھیلا دے بیٹا یا سا تھ پڑوسی کوئی لے لو مے بیٹا
اُمّ! یہ ہرے باغ دکھاتی ہو مجھے کیوں نما نما میں نہ نافوں کا منائی ہو مجھے کیوں	بچہ:- ہو جاتی باتوں میں ستاتی ہو مجھے کیوں اچھی مری اُمّ! اڑاتی ہو مجھے کیوں
	آئے سے مرے بھائی کو روکے کا بھلا کر کیوں اس کو قضا لگئی ہوئی ہی قضا کون

<p>یوں چھوڑ کے ہم سب کو مصیبت میں گیا وہ اب آئیں سکتا ہے کہ جنت میں گیا وہ</p>	<p>”ماں“۔ کیا تجھ سے کہوں میں کہاں عجلت میں گیا وہ خود اس کے معصوموں کی دعوت پر گیا وہ</p>
<p>کیا یاد رہتا ہے تمہیں اماں یہ تمہاری دو آنکھیں تھیں جاتی رہی اک آنکھ ہماری</p>	
<p>جوابات نہ مانوں میں وہ منہ سے نہ کالو میں روٹی نہیں کھانے کا جاؤ تمہیں کھالو</p>	<p>”بچہ“۔ اماں مری اماں مری کچھ ہوش نہ بچالو باتیں نہ بناؤ مجھے پھسلائے نہ ڈالو</p>
<p>میں اس کو نہ چھڑوں گا اگر آئے دوبارہ افسوس کہ میں نے کبھی ناحق اسے مارا</p>	
<p>اس گھر کا بنایا تھا اُجالا اُسے میں نے باہر کبھی نہ گھر نے کالو اُسے میں نے</p>	<p>”ماں“۔ کیا خون جگر مٹی کے تھا پالا اُسے میں نے سکھ چپن کا تجھا تھا اک آلا اُسے میں نے</p>
<p>کیا علم تھا یوں موت آئی گی بیٹا جوڑی تری ناگاہ بچھڑ جائے گی بیٹا</p>	
<p>کیوں مجھ کو اکیلا وہ ادھر چھوڑ گیا ہے کیوں اپنے کھلونے وہ گر چھوڑ گیا ہے</p>	<p>”بچہ“۔ وہ روٹھ کر ہم کو نہ اگر چھوڑ گیا ہے مانا کہ وہ لڑ بھڑ کے نہ گھر چھوڑ گیا ہے</p>

جس طرح سے ہومیے کھلایا کو کھانے
اچھی مری اماں مے بھیا کو کھانے

ماں :-
اے نور نظر جبکہ جدا جزو ہو گل سے ل جائیگا کیتھیں ڈھونڈو ما جو دل سے
وہ ہاتھ نہیں آنے کا اب شو سے گل سے ہر جزو جدا ہوتا ہوا فاق سے گل سے
دکھلایا ایشو ہیں سب وہ سینکے
سب ہونگے میرے لال ہیں تم نہ سینکے

بچہ :-
اے کاش وہ پھر آئے کروں جان بھی لیا پھر اس کو کلبے سے گھاؤں میں کروں پیلا
بے اُس کے جلا جاتا ہے ہنا مرا گلزار دیکھو نہ مجھے پھول بھی اب ہو چلے تیار
کس شوق سے دونوں نے بنایا یہ نیچا
وہ چل دیا جب کھلنے پہ آیا یہ نیچا

ماں :-
اے پیارے کبھی طمّی ہو جو موت کی ہوا اب سرگ میں ممکن ہو تیری اس سے ملاقات
دو دن کی یہ دنیا ہے یہ ایسا ہے ظلمات سب مرد ہیں باز اراجل گم ہو دلت
ان بانوں کو ہو کر پیسے جانو گے مری جان
جب عمر کو پہنچو گے تو سمجھو گے سری جان

عمر رفتہ کی یاد اور پیری کا خیر مقدم

مارتھ مہر ۱۹۷۱ء غیر مطبوعہ

<p> لکھا ہوئیں تیری ادائیں اور وہ نیرنگیاں ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتا ہے اتنے لاشا ہائے وہ دوش پر راغوش مالدیاں اور زبان گریہ سے احوال دل کرنا بیاں چھنے رونے کا پرچہ جس سے ہوتا اکساں توڑ ڈالیں ایک کے میں کسی کی چڑیاں دوش مالدیاں سواری کے لئے تختیاں تو نظر آیا مجھے کچھ اس سے بڑھ چڑھ کر سماں درد میرا دور کرتی تھیں تمہاری تھکیاں بن کے لکھنے سے قلم قاصر ہو عابثی نہیں چھوڑتا ہوں یہ کہانی اور کرتا ہوں دین </p>	<p> آہ ایسے بچن! لڑکین! آہ وہ دوش سلا جستجو میں تیری کھو بیٹھا میں اپنے آپ کو بھول جائیگا کبھی کیا شفقتیں بابت کی وہ مجھنا۔ دھننا اور خاک پر وہ کوٹنا آکے غصے میں کبھی بھائی بہن کو مارتا نوج ڈالیں تھے ہاتھوں سے کسی کی بابا جھوٹا جھولے میں تھا جب نیند آتی تھی مجھ کو جب ہو ایچن تمام اور آکے کچھ موش و مینر ماسٹر کی مارتے بیمار ہوتا تھا کبھی اس طرح کرتا کلوں مختلف اقسام کی یاد رفتہ میں اُمند آئے نہ یہ طبع گداڑ </p>
--	---

بعد ازیں دیہ جوائی برسر من شد سوار
 راہ دیے راہمہ رواں گشت اسطرح بقوار

<p>چھوڑ کر مجھ کو کہاں جانا ہی صاف مضطرب تیرا جانا تھا خرام برق یا جگنو کی تاب ٹھوڑا تھا نقش قدم تیرا مرن چشم برآب تیرے جلنے سے دیا ہو پیش و عشرت گوار اب تو میری جان کی خاطر بنا دار العذاب تیری چوکھٹا منی دل کے لیے احسن المآب ولولے جوش جوانی کے تھے سحر و صاب تیرے جانے سے جہیں پرلٹے مثل سرب زندگی کا بج کی تھی نہیں مثال شہناں مخ جاں کے واسطے ہی اک حسن جسم خراب بال ویرت بدل کر سکتا ہی کیا بطسے غراب</p>	<p>آہ اے عمر جوانی آہ اے دور شباب در حقیقت تو تھا یاد کیا تھا میں نے تیرا خوا پشت خم اور دست لڑناں شے سب سے نہیں اے جوانی تھا تجھی سے زندگانی کا مزا باعث فرحت تھا تیرا حسن غیروں کے لیے تیری خوبی کے جوانی شک و غنا طیس تھی نشد مستی میں تھا مجھ پر تنہا و وون آئینہ سیما تھا میں اس کے در شانی تھا میں یاد ایامی کہ اخباروں کی چاہت تھی مجھے اب نہ وہ ذوق مسرت نہ وہ پرواز شوق سعی سے ہوتا نہیں وقت خزاں فصل ہمار</p>
--	---

نزل کن طالب تو اس سعی عبث ابن حجتو
چشم دریا بار آب رفتہ کے آرد بجو

چونکہ اے پیری ابھی میل مجھ سے قدرے دور ہوں
اس لیے اوصاف لکھنے سے ترے معذور ہوں
تیری صحبت سے بھلا کس طرح ہو ممکن گریز
تجھ سے تو وابستہ رہنے کے لیے مجبور ہوں
لطف پیری کا ہی مردوں کو جوانی سے سوا
ترشے رغورہ نہیں ہوں لذت انگور ہوں

غفلتِ عہدِ جوانی میں کہاں انوارِ حق
 میں شبِ یلدا میں روشن مشعلِ کافور ہوں
 تیری صحبت میں مجھے آئے نظرِ نورِ خدا
 دمِ قدم تیرا ہے برقِ طور اور میں نور ہوں
 تیرے آنے کو جھٹاتا ہے جہاں پیکِ اجل
 میں مگر اس رائے کی تائید سے معذور ہوں
 گو مقولہ ”پیری و عہدِ عیب“ کا مشہور ہے
 میں بڑھاپے کے ہنر کو دیکھ کر مسرور ہوں
 میں اسی پیری میں ہوتا ہوں حقیقت آشنا
 کیونکہ غفلت سے جوانی کی میں اب کچھ دور ہوں
 بند رہتی ہے کسی حد تک نگاہِ حرص و آرزو
 برقِ عرفاں میں روشن مثلِ شمعِ نور ہوں
 ہاں اگر اس دورِ پیری میں بھی غافل ہی رہا
 اُمٹھ سکے بارگنہ جس سے نہ وہ فرور ہوں
 جاگ اے غفلتِ آبِ آیا ہے سریرِ آفتاب
 کہتی ہی پیری دہم آخرِ صدائے صور ہوں

الوداع لے مستی دے غفلتِ عہدِ شباب
 خیرِ مقدم اے زمانِ پیریم برگش نقاب

ماں کی تصویر

عرصہ ہوا انگریزی کے مشہور شاعر ولیم کاؤپر کی قلم بہ عنوان ”مادر لونی ٹیٹل“
 دست بہ مادر، راقم کی نظر سے گزری۔ چاہا تھا کہ اس کا اردو ترجمہ پبلک کے
 پیش کروں۔ ہر چند ترجمے میں وہ لطف قائم نہیں رہ سکتا جو اصل نظم میں پایا
 جاسکتا ہے۔ تاہم اس خیال سے کہ اردو داں اصحاب بھی ایک انگریزی
 شاعر کے دلی جذبات اور نچول خیالات کا اندازہ کسی حد تک اس ترجمہ سے
 لگا سکیں یہ شوق پیدا ہوا۔ مگر اس وقت مصروفیت کی وجہ سے اس خیال کو
 ملتوی رکھنا پڑا۔ آخر کچھ مدت کے بعد ایک اسکول ریڈر میں اس قلم کا انتخاب
 دیکھنے میں آیا۔ اس کو پڑھ کر راقم کا دل از سر نو پھٹک اٹھا۔ اور اس کے ترجمہ
 کرنے پر مجبور ہوا۔ یہ نظم تقریباً تین سال کے بعد ازلت میں منشی گوری شنکر لال صاحب
 اختر ایڈیٹر رسالہ ”شیکو شندھو“ لاہور کے طلب کرنے پر ان کی خدمت میں
 بھیجی گئی اور شائع ہوئی۔



کاش اماں ب ترے پھر مال گفتا ہوں	نامتلا سے پھر ترے الفاظ شکر بار ہوں
جب سے اے رانا گئی تو زندگی دشوار ہے	دور شفقت سے تری جینے سے دل ہزار ہے

اور پھین میں دلاے کا دلانا بھی وہی
ہو نہ تو مغموم بچے خوف سے کراخراٹ

دیکھتا ہوں لب وہی ہیں مسکراتا بھی ہی
یس کمی آواز کی ہو ورنہ لب کہتے ہیں صفا

تھا تجھے معلوم کیسے تھوڑے آنسوؤں
اپنے بے ناں کے تیرے اور ننھے بچے کے لیے
اور آنسو بھی گر لے ہونگے چشم نہ اٹھے
کر رہا تاہیں اس کی کیا ہو بویے ذوق سے
دیکھا وہ تابوت جس میں لیکھی تجھ کو قضا
تجھ کو رخصت کر دیا اور آپ بیدم رہا

پانی تھی میں نے خبر جیتیرے اٹھ جانے کی
روح تیری آئی کیا یہ دلا سے کہے لیے
بے خبر تھا مجھ کو جو ہوا گانے پیار سے
آہ! تیرا مسکراتا اور نہ شوق سے
سُن لی موند مرگ میں نے تیرے گھٹنے کی
ساک کر میں مہم سے یہ حال کد م رہا

ٹھونڈتے پھرتے ہیں تیرے بچوں کا پتا
تا کہ میں علم و ہنر حاصل کروں جاہلوں
جھنجھلی ٹوپی دکھاتی تھی عجب سر پر بہار
نام تک باقی نہیں اللہ کی یشان ہو

بٹھنا تھا ہائے جس آغوش میں وہ کھو گیا
درس گہ میں سا بٹھ لے جانا تھا راجن غبار
تھا لباس سُرخ زیب تن خواہہ پر سوار
مسکن اپنا گاؤں میں جو تھا وہاں ہی رہا

گرمی و آرام سے مجھ کو سلا جاتی تھی تو
روٹی۔ کھن جب کھلاتی مجھ کو اپنے ہاتھ سے
اپنے ہاتھوں سے بنا تی تھی اُسے پون غشما
کیا کہوں الطاف تیرے مجھ پہ بھی ہے اتنا

رات کو کمرے میں میرے بارہا آتی تھی تو
تیرے الطافِ سرگاہی تھے افزوں اتنے
عطر اور خوشبوئیں منہ پر میرے ملتی بارہا
یہ تو سب کچھ تھا سو اب تیری تھی اس سے ماننا

صفحہ دول پر بھی ہیں ثبت نقش و نگار فرض کی میری خوشی بڑھتی ہی ان اعتبار سے نظم ہو مفقود اگر قائم ہے تیری یادگار	بعد مرنے کے بھی یہ نقشہ رہے گا پائیدار بولتی ہی امتیاز تیری لب لہزار سے جنت الماوا میں بھی دکھلائی اپنی بہار
--	--

(۵)

آہ! اے وقتِ گزشتہ آپٹ تیری ہی یاد
 جبکہ پوشاکِ منقش سے میں ہو جاتا تھا شاد
 لیکے میں گلہائے رنگینا رخواں - گیندا - کنول
 صفحہ کا غزپہ نقاشی کا کرتا تھا عمل
 ہوتی تھی مسرور مجھ سے بڑھکے پھر اُس آن تو
 دستِ شفقت سر پہ رکھتی ہنس کے کرتی گفتگو
 ہی تمنا کا شِ دو دو دن وہ سماں ہو پھر نصیب
 اور چند بہ شوقی لائے ان کو پھر میرے قریب

قومی نظمیں

(۱) سروس لیگ بینکر کا سالانہ جلسہ

مارچ ۱۹۱۷ء میں راقم کے چند ہم جماعتوں نے سری نگر میں فتح گدل کے قریب ایک ریڈنگ روم اور لائبریری قائم کرنے کی تجویز پیش کی۔ چنانچہ کافی غور و خوض کے بعد اس خیال کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ ریڈنگ روم اور لائبریری دونوں نہایت دھوم دھام سے تین سال تک برابر چلتے رہے۔ اس کی کامیابی زیادہ تر بندت ہمیشہ ناتھ صاحب مٹہرہ بی۔ اے کی کوششوں اور جانفشانی کا نتیجہ تھی۔ جو کافی عرصے تک اس کے سرکاری رہے۔ اور جن کے دل میں جب وطن اور جمہیت قومی کا تیرا احساس موجود ہو، مستقلہ میں رہنے کے ساتھ ایک ایسوسی ایشن بھی شامل کی گئی جس کا نام ”سروس لیگ“ رکھا گیا۔ اس کا خاص مقصد غریب غربا کی امداد اور بیکسوں اور معیشتِ قومی کی اعانت کرنا تھا۔ اپریل ۱۹۱۷ء میں اس کا سالانہ جلسہ زیرِ ہدایت خواجہ عبدالصمد صاحب نگر و مردم رئیس کشمیر منعقد ہوا تھا جس میں شہر کے رؤساء و کما اور دیگر مغزِ اصحاب شامل تھے۔ راقم ان دنوں ایسوسی ایشن

ہر ایک روم احمد لائبریری کا سرکاری تھا۔ احباب نے اس موقع پر ایک نظم لکھنے پر مجبور کیا چونکہ یہ ایک فراموشی نظم ہے۔ اس میں انہی کے خیالات لائبریری کے حوالے سے اولیے کئے ہیں۔

صباحِ خبریں اُڑاتی ہو کیا کیا	پیامِ مسترت سناتی ہو کیا کیا
غدا دل کو وعدہ دلاتی ہو کیا کیا	ہر اک غنچہ مول کھلاتی ہو کیا کیا
ہو کس مہماں کی یہاں آمد آمد	کہہ رہے ہیں پرواں آمد آمد
ہو شبنم نے دھویا کہیں غافل	صلب نے سنواری ہو شبنل کی گال
کہیں نغمہ ریزی میں مشغول شبنل	نئے عیش سے مست یہ بانگ ہو گال
غرض ہر طرف جوشِ الفت ہو پیدا	یہ کشمیر میں اک نیا ہے تماشا
کہیں بزمِ عشرت ہوئی دم میں پریا	کہیں شاہِ بگل ہوا جلوہ آرا
مناہر طرف سے چنبچا روغوغا	کوئی پاس تھا اس سب کوں میں نے پچھا
یہ کیا تذکرہ ہو یہ کیا گفت گو	چچی دھوم کس واسطے چارو ہو
یہ کیا جا بجا ہو تا ہو چپچا	یہ کیا جشن ہو یہ تماشا ہو کیسا
یہ سن کر ہوا اس طرح پھر وہ گرا	ہی پتلیک کی ہر دس کا یہ لیگ لانا

<p>خبر کیا نہیں تجھ کو لے یا رنداں ہوئیں قوم کی مشکلیں اس سواں</p>	<p>اسی کا یہ جلسہ نرالا ہوا ہے اندھیرے میں اک دم احالہ ہوا ہے</p>	<p>یہ قائم جو قومی شوالہ ہوا ہے جبھی قوم کا بول بالا ہوا ہے</p>
<p>ہوئیں سب کی آنکھیں منور اسی یقین گر نہ آئے تو پوچھو کسی سے</p>	<p>ہر اک ناتواں کا سہارا یہی ہے مصیبت میں حامی ہمارا یہی ہے</p>	<p>فلک پر وطن کے ستارہ یہی ہے ہر اک اہل جوہر کو پیارا یہی ہے</p>
<p>دکھوں سے وطن کو بچایا ہو اس اصول اخوت سکھایا ہو اس</p>	<p>دکھائی یہ راہ ترقی ہو اس نے خبر خوب لی کالرا کی ہو اس نے</p>	<p>خبر قوم کی وقت پر ملی ہو اس نے مریضوں کو امداد بھی دی ہو اس نے</p>
<p>عصا پیر کا ہی یہ ہمت جواں کی اسی سے بڑھی شان خور و کلاں کی</p>	<p>ہوئے آشکارا ہیں سب راز یہاں دل و جان ہوں لیگے کیوں قرباں</p>	<p>بہم لاج سے خوشی کے ہیں سلمان بہرے دم مقصود سے سب کے ولماں</p>
<p>لے ان دنوں سرنگرمیں کالرا کی بیماری کا بہت زور تھا۔ مہراں لیگ نے اس کے انسداد کے لیے کافی کوشش کی۔ (طالب)</p>		

ہند آج ہو تلہے قومی ترانہ ہے خدا نے دکھایا غوثی کا زمانہ	
تو ہی کشتی قوم کا ناخدا ہے دعا تجھ سے طالب ہی انگنا ہے	تو ہی ترابی ہیں آسرا ہے تو ہی رہنما اور مشکل کشا ہے
پھلے اور پھولے یہ مجلس وطن کی ہے دوبالا ہو رونق ہمارے چین کی	

(۲)

تصویر قوم

یعنی

ترانہ طالب

اپریل ۱۹۲۱ء میں نیگ منیز اڈن سروس لیگ کا سالانہ جلسہ دعوت عام سے
منایا گیا جس کا تذکرہ مندرجہ بالا نظم میں ہو چکا ہے۔ چونکہ اس جلسے سے عوام میں
رفاہ عام کا دلولہ پیدا ہوا۔ میرے گرامی قدر دوست پنڈت شیمبھوناتھ صاحب اور

Young men's own Service League لے

بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی نے مجھ سے ایک قومی نظم لکھنے کی فرمائش کی۔ اس فرمائش
 کی تائید دیگر ممبروں نے بھی کی جن میں سے پنڈت مہیشہ ناتھ صاحب مٹو
 بی۔ اے۔ پنڈت زنارون صاحب منیگ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔
 وکیل ہائی کورٹ سری نگر اور پنڈت جلال صاحب صراف۔ بی۔ اے۔
 اسٹنٹ منیجر شانی ڈیپارٹمنٹ سر نیکر۔ پنڈت رگھناتھ صاحب زلفشی بی۔ اے۔
 مرحوم کے نام خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔ ایسی نظم کے لکھے جانے کا مدعا
 یہ تھا کہ شاید لیگ کے ممبر پیشتر سے زیادہ سرگرمی اور محنت سے کام
 کرنے پر آمادہ ہوں راقم کے دل میں بھی اس قسم کی نظم لکھنے کا خیال مدت سے
 جاگمیر تھا اور نیز اس خیال سے کہ ممکن ہو کہ ایسی نظم اگر دس میں سے نہیں تو
 سو میں سے کسی ایک کا حوصلہ بڑھا دے اور اپنی اپنی قسمیں کرائے۔
 ذیل کا مسدس لکھا۔ لیگ کے ممبروں نے اس نظم کو پسندیدگی کی نگاہوں سے
 دیکھا اور کتابی صورت میں اس کے شائع کیے جانے پر اصرار کیا۔ لہذا راقم نے
 اس نظم کو اپنے استاؤ نامہ اخبار قبلہ و کعبہ پنڈت برج موہن ناتھ صاحب
 نیفی دہلوی کی خدمت میں جنوں ارسال کیا۔ جو ان دنوں ویر بار کشمیر کے ساتھ
 وہیں مقیم تھے۔ انھوں نے بھی اس کو پسند فرمایا اور شائع کرنے کی تاکید کی
 بلکہ میری درخواست پر اپنی دور باعیاں بھی ارسال فرمائیں جن کو تبرکاً اس
 پمفلٹ کے ساتھ شائع کیا۔ پمفلٹ مذکور اگست ۱۹۴۷ء میں چھپا۔ اور
 سر دس لیگ کے نام پر ڈیپوٹ کیٹ کیا گیا۔ اصلی نظم کے شروع ہوتے سے
 پہلے استاؤ نامہ اخبار کی مذکورہ بالا دعایات بھی وچ کی جاتی ہیں یہ مسدس اخبار عام

لاہور اور بہار کشمیر کا ہوں میں بھی چھپ چکا ہوں۔

رباعی

پس یوں تو بہت شور مچانے والے اے قوم بتا کہ آج تجھ میں کتنے	اصلاح کے غلبے سے سر بھڑانے والے ہیں بن کے مثال خود کو کھانی والے
تقدیر کے شکوہ ہے بجا کتنا کہ ہی اپنی ہی ذات کی شکایت ہو کہ	ناسا زہنی مقسوم کا رونا کتنا کہ بے مہرئی آسمان کا شکوہ کتنا کہ
جو دل میں آج اپنی قوم کا دکھ اُسنائوں صدائے نالہ غم سے بیویوں کو رلاؤں میں	زبان کلکتے کچھ دردِ دل اپناتا ہوں رگِ غیرت کو مردہ دل کی بھی گت میں
نہ ہفتہ آچہ در دل سوزِ غم دارم عیاں سازم ز چشم خونِ کانِ خامہ دریاے رواں سازم	
دکھاؤنگا کہ شیرازہ کی بھر آؤم کا کیسا اڑا یا کس طرح بادِ خزاں نے سر بسرِ خاک	خیالات بریشیاں کا چڑھا ہی لٹاؤنگا ملایا خاک میں کیونکر عین کا ہر گلِ رعنا
میں اسی داستانِ غم کی ایک تصویر چھینچونگا نہال آرزو کو خونِ سحرِ روی کی شہینچونگا	
دلِ افسردہ سے اک قوم کا درد نہاؤنگا نوائے شہرِ غم تا نفسِ پرہیز بجاؤنگا	نصفِ آہ و فغاں کو تر جانِ دل بناؤنگا قلم سے قوم کی بگڑھی ہوئی حالت بناؤنگا

دل آہن دلاں راچوں دل کشمیر سیارم جہاں را محو حیرت عالم تصویر سیارم	
نہیں عروہ پری کا وصل ہرگز مدعا میرا نہ شیخ و برہمن سے کفر و دین کا ہی جھگڑا	نہ پال و زر کی خواہش ہے نہ شوقِ دلِ راز ترقی و وطن کا بس ہوں میں تو عاشقِ تہذیب
و عاہی ڈرہ خاکِ وطن اکسیر ہو جائے نگین نقشِ اہلِ دل مری تحریر ہو جائے	
میں عاشق ہوں عروسِ جب قومی گمینیوں میں تلاشِ نامداری چلو ہے قومی گمینیوں میں	مجھے الفت ہے معشوقِ وطن کی نازِ مینوں میں عزیزوں ہر ازار داروں دوستوں میں پیشگوئیوں میں کہ دروید و کلیسا و مساجد یک جرس باشند اگر دغا نہ کس باشند ہمیں یک حرف بس باشند
بنے یہ صفحہ قرطاسِ پیرا و دیِ محشر طلوعِ آرزو ہی قوم ہی سونی ہوئی یکسر	صریرِ خامہ صوچِ جب قومی کا بنے منظر وہ جاگ اٹھے کہیں فریادِ اذالہ کا غل غل
قبول گوشتِ شنوایہ صدائے نالِ دل ہر پسند چشمِ بنایہ نشانِ راہِ منزل ہر	
کلیدِ قفلِ بابِ آرزو و ہودا نشانِ میری کرے اک دلو کہ پیدا یہ آوازِ تارِ میری	کرے قومی رگوں پر کا بجرِ اچھی باں میری نسیمِ روحِ افراہن کے نکلے ہنساں میری
گلے جویم کہ ہر یک برگِ اوزکِ صفا و در دلِ درو آشا جویم کہ احساسِ وفا و در	
اٹھاؤں ساز و ماں کیلِ بے بنِ جہنم سے دکھاؤں قوم کا رتبہ نمودِ نشانِ پرچم سے	

تہمن کے خار و خش کو چھو کر دل عجز کے دم	آماروں قوم کا فوٹو میں پورا دل کے الم کو
کہیں سب دیکھ کر صد فریفتاں ایسا ہو	جو کھینچے اصلی صورت نکلتے ہیں نقاش ایسا ہو
دوبارہ شاہد طلب ہو جو جلوہ آرائی	لے پیاسوں کو اس کی دید کو آبِ شکیبائی
نصیب دشمنانِ قوم ہو یہ مرگِ دیوانی	کے احساسِ غیرت یک بیک کا گریحائی
سیرِ برکاتِ مرانی قوم را بخت رسا باشد	بسرِ غلش ہماں خاصیتِ بالِ ہما باشد
کمالِ علم و فن پناہ دوبارہ رشکِ فرماں ہو	غبارِ خاکِ ہمتِ سرمہ چشمِ غریزاں ہو
وطن کے اہل جو ہر کا نمونہ پھر نمایاں ہو	افق سے قوم کے چھترِ اقبال تاباں ہو
گلا جاتا ہے سب بختِ بد کی شکستِ سی کا	بے تقصیر یارینِ قصہ اپنی زیرِ حالی کا
نہ کوئی خضر بن کر استہ پیدھا دکھاتا ہی	نہ کوئی منزلِ مقصود کا مسلک بتاتا ہے
غضب ہو خاک میں چرخِ کمن ہو کھاتا ہی	وہ حالت ہو گئی اتنو کیجہ منہ کو آتا ہے
مراد و نیست اندر دل اگر کویم زباں سوزہ	دگر دم در کشم ترسم کہ مغزِ استخوان سوزہ
اگر حالت یہی ہو پھر عبث شیریں متالی ہو	مرض یہ لاو واری اور اپنا ہاتھ خالی ہو
غم و اندوہ جاں فرسا ہو جس پہ آسمانی ہو	یہی حالت رہی تو اپنا پھر اندوہی ہو
چلو نگارِ راہِ غم میں سر: اندوہ وطن لیکر	بنل میں داغِ دلِ عمرِ راہِ حسرت اور غم لیکر

بتی و قوم اپنی کس بے تصور حسرت کی ذلت کی مہلبیت کی فاکت اذکبت کی	الم کی درد کی وحشت کی غم کی قوت کی یہ سر پر اس کے یاد دہی کی یاقینا کی
چراشد بندا این قوم مادر بند جبرانی چرا در گردش افکندہ شد طوق پیشانی	
ہو کیوں و غل باغ قوم میں باد خزانہ کا ٹھکانا کیوں نہیں ہو آج قومی ناتوانی کا	پتا ملتا نہیں کیوں اس میں گل ستا دمانی کا شہزادہ کیوں ہو راگیاں سہزہ نمانی کا
سنا ونگا جو تم کو سب کو شہنشاہ ہو شہنشاہ لو مگر یہ شرط ہی ضبط الم کا جو صلہ بھی ہو	
تمہارا حال جو دیکھا گوارا ہو نہیں سکتا کہو گار ملا اب میں اشارا ہو نہیں سکتا	کوئی پستی میں ثانی اب تمہارا ہو نہیں سکتا کہ اس موجودہ حالت پر گزرا ہو نہیں سکتا
دریغاد و ستار ایں صد افسوس داویلا صدائے برنی نیز دازیں ناقوس داویلا	
بتلائے قوم آخر اس قدر ناتوان کیوں ہو؟ بگولہ کی طرح سرکشہ تیرا کاروان تین ہو؟	بتا تجھ سے جہاں میں برسر کین آسماں کیوں ٹھکانے کا پتہ ملتا نہیں کیا بے زباں کیوں
جگھے کس منہ سے دعوی ہو سکیگا استقامت کا؟ فضیلت کا لیاقت کا ذہانت کا نجابت کا؟	
کہاں لے قوم تیری بے پہلی شان شوکت ہے؟ کہاں جوش خفت اور وہ قومی حیبت ہے؟	کہاں وہ جاہ و عظمت و شیمت اعزاز و صو کہاں وہ جاننا ہی اور وہ غمے محبت ہے؟

	خوش آن احمد سے کہ خاکست را فیض خلد و گفتند چو عرفی دلفیری گو ہر مدح تو سے مستند	
نہیں لے قوم تجھ میں کتاب علم و فن باقی نہ وہ بلغ سیکماں ہے نہ پر یوں کا چین باقی	لجائیں وہوں سے ہمد دی نہیں جب وطن باقی اگر باقی ہو کچھ تو دل میں تو کچھ و سخن باقی	
	عروج بخت و دولت اب و وزیر اک ضایہ کو ایک مردوں میں ملنے کو یہ ماتم کا زمانہ ہی	
لگا کر شرط مردوں کی سستی کیوں مری پاری نہ بدلی نہ لے کرٹ اور گئی دنیا بدل ساری	نہیں غفلت و لیتی خواب میں بھی نام پاری اگر تو مست خواب بتا کہ سی لے دے سرکاری	
	خدا را کیست تے دیدہ و از خواب مستی کن ایمان زمین عبرت درد و چو خوش دستی کن	
سسکتی تو رہی تاجے اس قہر پستی میں؟ ہلا بلی نہ گزیر دوست و یا اس سنگدستی میں	نہ پستی تو رہی آہ اک تاک قیدستی میں رہی تاقیامت پا جو لال فائدہ مستی میں	
	رہی بن کے قویوں طعمہ سچ و بلا کتناک کیسی غیر کو تو خوان یغما پر صلا لیتا ک	
جو خواہش ہوتی کی تو کچھ سامان پہلا کر بے متراج قوموں کی بلند ارمان پیدا کر	سبق چیلوں کو حاصل تجھ سے ہو دشان پہلا کر تو ذل میں جذبہ الفت بدن میں جان پہلا کر	
	نہا شد رنگارنگی جان من در فرقہ بندی ہا محو ایں گوہر مقصود اندر در دمندی ہا	

نکل آئیگی اک دن آرد و تو دل میں رہنے کی	ابھی اس شمع افسردہ کو تو محل میں بندھ دے
حسیر جستجو کو نشہ منہ زل میں رہتے ہے	سہرا بچہ کے فروں کو تو محل میں بندھ دے
ابھی ہی ابتدا کی عشق دیکھیں انتہا کیا ہو	دکھانا کیا ہی چرخ پر قسمت کا لکھا کیا ہو
زبان اب جو بلا ہی بل ہے اپنی تو رہیں	تو ہوا دل راؤہ تنہا یہ نواب کی کرسی
پڑی کب تک ہر گئی خامشی سو گنج حبس میں	خدا را اٹھاسیری کی تو کیا ہو کھا چکی تھیں
تو بیماری چناں لے قوم کو تو یاس ہا دارم	اگر احوال تو نیست پس وسواس ہا دارم
زباں و دل نری حالت چھو اندوہ گیر ہو	ترے غم میں تھا با ہم دل چشم و آستین ہو
پریشاں تو رہی ہو مثل رختِ عنبریں سوں	دکھا وہ نقشِ جمعیت ہے جو دلشیں ہوں
میںا دیکھا زبان چھو لکھا کیا جب ہوش آئیگا	رگوں میں جب لبو ٹھنڈا ہو پھر کیا خوش آئیگا
ستارہ چرخِ شہرت پر ترا چمکا ہوا نکلے	ترا اک اک بشرِ ازل جہاں کا رہنا نکلے
وہ رنعت ہو تجھے حاصل کر دل کا دعا نکلے	زباں سے ہر بشر کی آفرین دم رہا نکلے
جہاں تئیں گند خاک کہ ہمت یا چنیں باید	ذہانت یا چنیں شاید ریافت یا چنیں باید
وہ قومی جاہ و عزت کا شہار عجب کرتے	دل ہر ازل ہمت سوز بہار دی و بھرتے
چمن شاداب ہو نخلِ تمنا میں شرتے	کبھی تو یا الکی شامِ نکبت کی شرتے

نہوگا کب تک اس پیرے کا مالک تھا کوئی بنے اس ناوکا آخر خدا رانا خدا کوئی	
فلک کے رحم پر قدم کو چھوڑا ہی باروں نے جو کی پہلو تھی اس درد و غم میں گساروں نے	جلا یا خرمین قومی کو غفلت کے شراروں نے پیادوں کو بوسطہ راہ چھوڑا شہسواروں نے
کنا رعایت پیدا نہ دیاں بھرے، مینم یہ قیہ حسرت و غم بتلا یک شہرے یتیم	
امیدیں خون ہیں دل ان کے نہ دغا داروں کا نہ پوچھو حال کیسا ہو گیا شام کے ماروں کا	بنا ہے ملک اپنا آج تختہ لالہ زاروں کا ہر اک دفتر میں داک جھگٹھا امید دیکھا
ہیں بی لے اور ایم اپنے خنوی ہمت کے بیٹھے ہیں ”جہاں پوچھو یہی کہتے ہیں ہم بیکار بیٹھے ہیں“	
ہزارا فوسے ماب اپنی غرت کھنڈیالی ہی یہ نھی جان آغوش عدم میں سوئیالی ہی	ہزارا فوسے پر غراب کشتی ہوئیالی ہی یہ داغ ہستی ہو ہوم دل سے دھوئیالی ہی
شکستہ پا کر فتنے نے توانہ دوستداروں کا چہ غور لنگاہ ہمارا ہی کند موڑ سواروں کا	
ہیں پتہ منزل مقصود تک رقبہ کے والے یہ کیوں سوئے پئے ہیں گئے ہیں انھیں کالے؟	ہڑے ہیں ان کو جو ہیں پست ہمت کے لالے ہو اکیا ان کو کیوں ہیں بادہ غفلت کے منہ والے
مزے جو جو دی ہیں قوم بوں غم کے ٹوپی ترستی آندہ واس کی رہائی آس ٹوپی	
جو قوی جھمکے تھے پھر پریشاں ہوئے جاتے ہیں جو بستے غر وطن کے قہر وہ ہو براں بنے	جوتے جاتے ہیں جوتے جاتے ہیں

نہاں حسرت بھی سینوں پر لیا ہوتا ہے یہاں	غضب اہل نظر کھوس پہناؤتے جاتے ہیں
نہاں ساقی نہ آں گلشن آں مینا نہ مے نیم	کہتا ہے عروج ملک ملک افسانہ مے نیم
بہت تگے بڑھے ہیں کھینچا کب کہاں لے	چڑھلے دن مے بیدار ہیں کہاں لے
بڑھے جلتے ہیں گھر ڈھین نہ دوتاں دے	گرستی میں ہیں کشمیر کے اونچے نشاں لے
سنا میں کن کو درد دل یہاں پر کون سنتا ہی	الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد یہاں پر اکتا ہی
غم افزا حلقہ ماقم سے بھی ہوا بچن اپنی	فص سے تنگتر ہی وسعت سخن چن اپنی
سیرِ شام غربت سے سوا صبح وطن تھا	ہی ننگا بقیہ ترین آہ جان پر غل اپنی
تمیز کے مرض نے اس پر بڑھب ہاتھ ڈالا	سنبھلنا دوستو سمجھے ہوس کو وہ سنبھلا ہی
بڑپاٹھے پر دل دم مینے کی طاقت نہیں تھی	نظر آتی کوئی آرام کی صورت نہیں تھی
دل بیتاب کو تسکین کس ساعت نہیں تھی	لکھا قسمت میں گویا کس مہر راحت نہیں تھی
بہر شد حالتِ قومی درینا حسرتا و دا	بغفلت محو خواب نازا سنت ہر ایک شایا
حکومت پر ہی سب کچھ حسرت کھانا کھا قیام	بہت کچھ کام اپنے آپ کرنا دھقیام
کھلی راہ تری ہی تھرھو گھر تم میں ہمت ہی	سکھانی صنعت و حرقت زرا اور تجارت
بڑھے گویا دندیا رسی جبکہ عیب اس کو سمجھے ہیں	نزد مند یہاں تو دسرت غیب اس کو سمجھے ہیں

آگہی بار ورمہاب قلم کی یگل افشانی	زفا و قوم کے غم میں طبیعت کی ہوج لانی
یہ شرمزدہ دلوں میں دنگ کد سوز نہانی	یہی ناز سخن گوئی یہی خوش سخی زانی
کہ انداز سخن سازی کرہ از حال بکشاید	عجب رنگ سخن باشد خموشی قال بنماید
کرم بندوں پر اپنے لے سری تباہیے ہوں	رعیت تیری شاواں ہو چن شاہیے ہوں
خراب دست و سخن سر خرد و جانگیر ہوں	کلید رحم سے ہم پر کشادہ بابکے ہوں
ترے پر تیرے اس اندھیر میں پیدا اجالا ہوں	تراز تیرا روشن لے سری سرکار والا ہوں
عجب کیا ہے جو تجھ سے آئنا لے سرکار ہو جا	تو جسے تری اپنا یہ بیڑا پار ہو جا
مری جانب و حال قوم کا اطلال ہو جا	بھلائی کا تری جانب و کچھ افرا ہو جا
امید پرورش مار از تو و اتم بود شاہ	چہ ارتقہ بجز لطیف شباں قائم بود شاہ
وطن کی ہونترتی اور پھر وہ خود نشان کھیں	ہر اک کو مروید میدان کش وقت امتحان کھیں
در گنج حقیقت کا ہر اک کو پاساں دیکھیں	کہیں اپنا وہ اگلا جذبہ در و نہاں کھیں
دوبارہ جاک آتھے بخت اس کسمیر بھوی کا	دوبارہ شوق سے سن لیں تیرا نہ ساز فوی کا
سخن ہواستان ہر چوش مہمت کی حکایت ہے	وطن کے جاں نثاروں کے لیے اعلیٰ ہدایت ہے
کریں اس پر عمل وہ گرفتار ان کی غمایت ہے	منقام شکر ہو پھر بھی نہیں جانے شکایت ہے

کہ گاہے گر کے یک گوش دار بر صد من مثال نے پر آوازہ شوقنا میں فوائے من	
نہیں غم دل میں گر بھیں می باتیں شان ہو کر جو ہمت ہو تو جیتو ہفتواں کو ناواں ہو کر	نہیں کچھ فکر گر اٹھ جائے کوئی سہراں ہو کر بنو تم جان عالم دو جہاں میں نیم جاں ہو کر
اُتر جاتی ہو دل میں قوم کے طالب صلتیری بھکاری قوم کا بن کر تو دیتا پھر دینہ پیری	
<p>(۳۰)</p> <h1>دومی معشوق</h1>	
<p>(تضمین بر غزل سرور جہان آبادی)</p> <p>۱۳ نومبر ۱۹۷۷ء۔ مطبوعہ "کشمیر" لاہور</p>	
جذیب و کشش کی تیری جہاں میں ہو گفتگو کھولے ہوئے ہوں عصہ سے آغوش آرزو	ہنرم چمن میں قوم کی ای تجھ سے آبر و آاے عروس حب وطن میسے پرین
<p>آنہیں تری تلاش میں ہیں گرم بستجو</p>	
جب خواب ناز میں ہو تو آکر جگاؤں میں اتنی چکھائی خوب نہیں کیا تھاؤں میں	سازِ بنیا ز جذبہ الفت بجاؤں میں آئے نگار تجھ کو گائے سے لگاؤں میں
<p>آجھ سے ہم کنار ہو لے تیج خوش گلو</p>	

کلتے ترے خرق میں ایک ماہ سال تیرے بغیر زندگی اب ہو گئی محال
 ہے بے توحی و تیری کیا تجھے غلام وہ دن خدا کرے کہ ساؤں شبِصال
 گردن ہو تیری اور میرے دست آئند

آجھ سے ہم کنار ہوں میرے خوش حال اب بیکسی میں طاقت برداشت ہے محال
 جلدی کرے وہ دن مرے قسمت میں الحال پٹوں میں بے خودی میرے تجھ و شبِصال
 باہنیں ترے گلے میں ہوں لب پر یہ گفتگو

اُڑے وہ دل جس تیری بود و باش ہو تو جس جگر کا سکھ نہ ہو وقتِ حراش ہو
 جس سر میں تیری دھن نہیں وہ پاش پاش ہو ٹوٹیں وہ پاؤں جن کو نہ تیری تلاش ہو
 پھولے وہ آنکھ جس کو نہ ہو تیری جستجو

بخود غمِ محبتِ قومی میں تم رہو اس میں ہنسی خوشی جو مصیبت ہے سہو
 ہر لطف جب ناں سونہیل کے یہ کہو وہ گھر ہو بے چراغ جہاں نیری ضو نہ ہو
 وہ دل ہو دل جس میں نہ ہو تیری آئند

حد سے فریب اگر مجھے دردِ حبیب ہو آجائے موت پھر بھی جو شوقِ طیب ہو
 تیرے سوا ہمارے نہ کوئی قریب ہو حوروں پر میں مروں تو جہنم نصیب ہو
 کافر ہوں میں جو مجھ کو بتوں کی ہو آرزو

دل میں ہر ایک کے ہوتے عاشق جاگزیں دلیزیر ہو تیری ہر اک کی جھب کی جہیں
 درسِ دانا ہونہ و دوسلم کے دلکشیں تا قوس اور آوازاں میں نہیں قیدِ کفر و دیں
 اس کے لیے کہ جس کا پریش کش کہہ ہے تو

غذائے تیری پتے ہیں ہم نزار زار دو ایسی خدا کے واسطے اب اور تونہ سو
 قربان تجھ پہ کر چکے ہم دھرم دین کو گنگا نہلے شیخ اگر تیرا اذن ہو
 تیرا اشارہ ہو تو برہمن کرے وضو

رحمت تری جہان میں سامان ہو مرا الفت پہ تیری سر بھی تو قربان ہو مرا
 تو دید میرا اور تو قرآن ہے مرا تیرا طریق عشق ہی ایمان ہو مرا
 پیسے فدا یوں ہیں میں لے شیخ خیر و
 طالب کے ہونہ دھیان احیا کا سامنے صحبت میں تیری غم نہ ہو فردا کا سامنے
 نقشہ ہو تیرے باغ تمنا کا سامنے جلوہ نہ ہو کسی مس رخصا کا سامنے
 وہ دن خدا کرے کہ ہوا نکھوں میں تیری تو

(۴۵)

خطبات قوم

۳۔ مارچ ۱۹۲۲ء کو راقم مشفق پبلیکٹ رائیجند صاحب ایم اے۔ بی
 پکھار۔ انگریزی۔ ایس۔ پی کلچ سیری نگر کے ہاں بیٹھا ہوا تھا پندرہ صبا
 موصوف کشمیر کے ان ذہین۔ طباع اور بامروت اشخاص میں سے ہیں جنہوں
 نے اہل خط میں سے اول اول اعلیٰ درجہ کی تعلیم پائی۔ آپ اپنے اعمال
 حسنہ کی بدولت کشمیر بھر میں نہایت ہر و لغز نہیں۔ علم ادب کا شوق اور
 شعرو سخن کا مذاق سلیم آپ میں کافی پایا جاتا ہے۔ انگریزی زبان کے مشہور

مصنفوں کے علاوہ آپ کو فادسی میں حافظہ اور اردو میں غالب کا کلام اس قدر پسند ہو کہ اکثر احباب آپ کو حافظ پرست اور غالب پرست کہتے ہیں۔ جب کبھی راقم ان کے پاس جاتا ہے شعر و سخن کے دوران تذکرہ میں اکثر اوقات وہ ان حافظہ میں سے غزلیں پڑھ کر سنانے کا ارشاد دیتا ہوتا ہوں کہ قوم کی ہمدردی اور ملکی خدمات کا سچا احساس بھی آپ کے دل میں بنائیت موجود ہے۔ اس روز قوم کی موجودہ حالت کا ذکر کرتے ہوئے مجھے ایک قومی نظم لکھنے کی فہمائش کی۔ ان دنوں راقم کا ادیب فاضل کے امتحان میں شامل ہونے کا ارادہ تھا۔ لہذا رواروی میں ذیل کا مسدس لکھا۔ مگر چونکہ امتحان میں صرت ڈیڑھ مہینہ باقی رہ گیا تھا اور اس غرض سے لاہور بااٹریا یہ نظم نامتوم رہ گئی۔ اس کی تکمیل کا موقع بھی کبھی نہ آیا اور اسی طرح یہاں دیج کی جاتی ہے۔ یہ مسدس ایک سال کے بعد ”صبح کشمیر“ لاہور میں بھی چھپ گیا تھا۔

<p>رور کے زار زار میں تجھ کو روناؤں گا اناموں سے اپنے عرش مغلے ہلاؤں گا</p>	<p>لے قوم آج وردِ دل اپنا سناؤں گا حالت پہ بگبگی کی توجہ دلاؤں گا</p>
<p>پس یادہ ولولہ دل بے قرار میں اک ہوک اٹھے درو کی جان نزاریں</p>	<p>افسانے شاعر و کتبائیں حجاب کی شوخی کا ذکر اور نہ باتیں حجاب کی</p>
<p>بچن کا کھیل ہے نہ تر لگیں شباب کی زنجیں بیانیان نہیں حسن المآب کی</p>	<p></p>

واللہ اب وہ جھٹ نہیں ہو دماغ میں پہلی چاک و مک نہیں اب اس جہان میں	
اے قوم سچ بتا کہ کدھر کی کہاں ہو تو او جھل نظر سے ہو گئی کیوں ناگہاں ہو تو	پہلو ہستی یہ کس لیے کیوں برگمان ہو تو اللہ روٹھ جاوے اگر مہرباں ہو تو
حال اپنا ہی زبوں تو ہیں آنکھیں بھی اشکبار ہاں دیکھ لے نگاہ مروت سے ایک بار	
اک وہ بھی دن تھا شان تری پیشانی تھی ہر فن میں اور علم میں تو با کمال تھی	قوموں میں تو مثال تھی فرخندہ قال تھی نظروں میں اہل ہوش کی تولد وال تھی
عقلمت میں اور اہل مراب لا جواب ہے روداد تیری مرثیہ انقلاب ہے	
افسوس تجھ میں پہلا سدا دم کہیں نہیں گلاب وہ آسمان نہیں وہ زمیں نہیں ہے	اپنے چلن کی بات تجھے دل نشین نہیں پستی کا تیری پھر بھی کسی کو یقین نہیں
اپنے ہی شاد ہیں تجھے ناشا و دیکھ کر آباد تجھ کو کہتے ہیں برباد دیکھ کر	
جانباز جان نثار وہ تیرے کدھر گئے افراد قوم بگڑے کبھی اور سدھر گئے	زوروں پہ لوہے جو تھی کیوں ہم تر گئے لیکن مثال اختر گردوں بکھر گئے
صد حیف اب وہ شان وہ شوکت نہیں رہی وہ تمکنت وہ جاہ وہ خرت نہیں رہی	

پستی کا اپنی کچھ مجھے احساس ہی نہیں اٹھنے بیٹھنے کی مجھے کیا اس ہی نہیں	کشمیر کے گلوں میں وہ بویاس ہی نہیں اسلات کے بھی نام کا کچھ پاس ہی نہیں
محل کے کوئے میں جوش و خروش ہی مانڈی شمع کشت تو ہی اک جھوٹ ہی	
جلگے ہیں غیر تو ہی فقط مست غائب غفلت شعاری تیری بھی کیا لاجو اب	کیا صبح ۹ سرہ آئی گلوب آفتاب ہی الفقہہ سونے والے کی حالت خواب ہی
اک کشمکش ہی میری حیات و مایں ہی ذکر مہست و نیست تراش جہاں	
اے اہل قوم اٹھو دم کار و بار ہی دیکھو تو آنکھ کھول کے کیا حال زار ہی	سوئے ہوئی کا مردوں میں بھائی شہزاد ہی کس بات کا عزیز و عہدیں انتظار ہی
کب تک صدائے قوم کا دو گے نہ تم جواب کب تک کیا کریگیے یونہی تم سے ہم خطاب	

دھارماک نظمیں

سری کرشن چندر "راجی مہاراج کی یاد"

تقریباً چار سال کا عرصہ ہوا کہ ایڈیٹر "ساق و صرم" پر چارک "اگر تیرے راقم کو ایک خط

لکھا جس میں اخبار کے خاص کرکشن، نمبر کے لیے مضامین، نظم و نثر طلب فرمائے
 ان دنوں عظیم الفرصت رہنے کے باعث اگرچہ میں ان کے حکم کی تعمیل کرنے
 سے قاصر تھا مگر بھگوان کی یاد اور مبارک جنم آٹمی کا خیال دامنگیر ہوا اور میں نے
 مندرجہ ذیل مسدس لکھنے پر آمادہ کیا۔ نہایت غرور و معذرت کے ساتھ پیر
 صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ انہوں نے نہایت مسرت کے ساتھ اسکو
 قبول فرمایا۔ بلکہ ایک لمبی چوڑی تمہید اس ہتھیار کی تعریف میں خواہ مخواہ
 اخبار میں چھپوائی۔ جس کو یہاں نظر انداز کرتا ہوں۔ یہ مسدس اس سال کے
 کرکشن نمبر میں شائع ہو کر مقبول کام ہوا تھا اگرچہ مجھے پھر بھی اس کے مختصر
 ہونے کا رنج ہو۔

اے کلاب سحر کار ہو بجز نگار آج ہاں اے زبان خامہ ہو گو نہ نثار آج	اے حسن طبع اپنی دکھاے بہار آج لطیف سخن ذرا تو طبیعت اُبھار آج
	ہر ایک شعر مٹکے مرا یوں زبان سے الماں جس چمک سے نکلتے ہیں کان سے
جس میں نہ ہو کلام وہ تقریر ہو مری موہن کی طرح موہنی تصویر ہو مری	روشن سوا آج کی تحریر ہو مری ہر ایک دل کے گوشے میں تاثیر ہو مری
	لسکیں پدیر اس سے دلِ نا صبور ہو آنکھوں کو اس سے نور ہو دل کو سرور ہو

طرز سماں بہار کا چھایا ہوا باغ میں	اک جوت ہو ہو دیکھ ہی لالہ کے داغ میں
یوں بوئے یاوشام سماں کے داغ میں	جیسے دُشمن ہو گل کے ایاغ میں
میرے کلید شوق سے قفل دہن کھلے	
اور دفتر امید کا باب سخن کھلے	
توصیف کشن میں ہوں اور مجھ کی بند چند	دل کو لچھائیں عرج کے انداز و پسند
جو بات سننے سے نکلے ہوش نبات و قند	ہر در و مند دل کو پسند آئے بند بند
نکدستہ تازہ اک گل مضمون کا پیش ہو	
تحفہ یہی قبول دل اہل کیش ہو	
ہر سوچی ہو دیکھنا کیسی یہ دھوم دھما	ہر صبح نور حسن ہی بر شام دید شام
عیش و طرب کا ہو رہا ہر سو ہو شام	نکدستہ شادمانی کی بھر پور پیشام
ہر جا ہے شام پر وہ قدرت میں جلوہ گر	
جلوہ اسی کا دیکھئے جائے جدھر نظر	
کیوں غفلت خوشی کا نہ ہوا سماں میں	اوتار بن کے اتر اٹھیا جہان میں
یعنی وہ تو بہت جو تھا لامکان میں	جلوے دکھائے اُس نے بہا کی لہن میں
پرتو سے جس کے فیض کے پرتو ہی جہاں	
آج اس کا چہرہ دیکھ کے مسرور ہی جہاں	
وہ کرشن جس کے دم کی یہ قائم ہو گل جہاں	وہ کرشن جس سے سرگ میں ملتی ہو غزل جہاں
وہ کرشن جو داغ میں عقل تن میں جان	وہ کرشن جس سے کام ہیں نیا کے سدا جہاں

<p>اوتار بن کے آیا ہوں دنیا کے واسطے اہل جہاں کے دکھ کے مارا کے واسطے</p>	
<p>وہ مرشد یگانہ وہ استاد قدسیاں چشم و چراغ ارض وہ سراج آسمان</p>	<p>وہ ہادی زمانہ وہ سرمایہ جہاں وہ زیب و زین کعبہ دل نور لامکاں</p>
<p>درشن سے دور اس کی سب سے تپ ہیں انسان کے دجہ میں جلتے آتپ ہیں</p>	
<p>کانوں کو فہم سہ کی صرا بے مثال ہو رکھشا میں بے مثال ہو اور دھیرال ہو</p>	<p>آنکھوں میں جلوہ فرما اسی کی جمال ہے گیتا میں پائے کرشن کا ظاہر کمال ہے</p>
<p>دل چاہتا ہو اور بھی غالب ہیں کچھ لکھوں پاس ادب ہو مقتضی اس کا کرپے ہوں</p>	
<p>***</p>	
<h2 style="text-align: center;">جنم ششم</h2>	
<p>یہ ترکیب بنا۔ واصل ۳۔ اگست ۱۹۱۷ء کو لکھا گیا تھا اور تقریباً ایک سال کے بعد سناتن دھرم سبھا ہال سری نگر میں مبارک ہنسو جنم اشٹمی کے موقع پر پڑھا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد سناتن دھرم پرچارک "امرت سر اور سناتن دھرم" لاہور میں شائع ہوا۔</p>	

<p>کھینچ لایا یہی کس کا جذبہ مستانہ آج اس سبھا میں آئی اندر اس کو کیا کوئی پری اشتیاقی دیدہ ہی کس شمع بزم حسن کا کس کی تصویر و تصور کی دلوں میں یاد ہی جادۂ الفت بنا ہی رشتہ عہد وفا کس کی تعلیم و تعلم سے مہذب ہو جاں ہو جہم و ن کس کا جبر ہی اس قدر جوش و خروش</p>	<p>فیض سے کس کے کھلم ہی یہ درخشاں آج دیکھے جس کو جذبی سہاوی اور دیوانہ آج ہر بشر محفل میں آیا صورتِ بردار آج کس کے لطفِ خاص سے معمور ہو کاشان آج یہ نرالا کس کا یہ اندازِ مشوقانہ آج کس کی محفل میں ہوا دیوانہ بھی فرما آج آ رہا ہے جوشِ الفت دل میں بیتا آج</p>
--	--

شہد عیاں رازِ نہاں در دیدہ بیدار
آفریں صد آفریں بر خجست ہر خور و آرا

<p>مرحبا محبوب عالم! اے عزیزِ کل جہاں تجھ سے ہی کلہ اے عالم میں بہارِ زندگی تو نے دنیا و محبت کو کیا تھا استوار ایک عالم ہی ترا گردیدہ احسان و فیض تیرے آنے سے اُجالا ایک بیکسپا ہوا آگیا عالم میں شک لیکے تو پیغامِ حق اہل عالم کو دکھایا تو نے اندازِ کمال</p>	<p>نیری بہت میں قلم کا صہو عاجز و زباں ہی تجھی سے سر بسر پر رونقِ باغِ جہاں آج کل جس پر نظر آتا ہے عالیشان کمال تجھ سے باقی ہے یہاں درد و کائنات ظلمتِ بیگانگی تو نے مٹائی بے گماں واہ و اکیسا مبارک خشتِ شام تھا وہاں دشگیرِ سبکیاں تھا چارہ سازِ ناتواں</p>
--	---

ایک نگاہِ لطف فرما باز تا بسیم ترا
آئے در پر واز اے شہباز تا بسیم ترا

پھرتے دیدار کا ذوق تماشا ہی مجھے جلوہ گر پھر تجھ کو اس محل میں ہوتے دیکھ لوں پھر وہی ہو میرے آگے جلوہ دیدار کشن پھر گاہوں میں ہمارا ہی حسرت و دیدار پھر کھینچا جی کی آمد کا نظارہ دیکھ لوں کاش اٹھ جاتا جاب چشم غفلت میں کہ پھر قلب پہلو میں مضطرب اور آنکھوں میں نظر	پھرتے انداز کا شوق تمنا ہے مجھے دھیان و دشن کا ترے رہ کر آہے مجھے پھر مسرت خیز ذوق خاک تنہا ہے مجھے جس سے ہم آغوش ہونے کی تمنا ہی مجھے اس لیے مطلوب نوجوشم بیٹا ہی مجھے آئے وہ درشن نظر و روح افزا ہی مجھے میرے ایشر شوق کا کیا کیا تھا ضار ہی مجھے
---	---

اے سرور جاودانی اختر افق کمال
کے شود حاصل پلا تہ منزل لطف جلال

سری کرشن لیلیا

یہ مسدس کچھ عرصہ پہلے بھگوان کرشن کی یاد میں لکھا گیا تھا: "ایڈیٹرستان دھرتی بہار دل کشا آئی ہو اب دلی گنتاں میں فروغ حسن کی ہو گرم باز آئی ریتاں میں	بہار دل کشا آئی ہو اب دلی گنتاں میں فروغ حسن کی ہو گرم باز آئی ریتاں میں
بہار دل کشا آئی ہو اب دلی گنتاں میں فروغ حسن کی ہو گرم باز آئی ریتاں میں	بہار دل کشا آئی ہو اب دلی گنتاں میں فروغ حسن کی ہو گرم باز آئی ریتاں میں
بہار دل کشا آئی ہو اب دلی گنتاں میں فروغ حسن کی ہو گرم باز آئی ریتاں میں	بہار دل کشا آئی ہو اب دلی گنتاں میں فروغ حسن کی ہو گرم باز آئی ریتاں میں
بہار دل کشا آئی ہو اب دلی گنتاں میں فروغ حسن کی ہو گرم باز آئی ریتاں میں	بہار دل کشا آئی ہو اب دلی گنتاں میں فروغ حسن کی ہو گرم باز آئی ریتاں میں

بہار دل کشا آئی ہو اب دلی گنتاں میں
فروغ حسن کی ہو گرم باز آئی ریتاں میں

دکھاتے ہیں نکھارا پنا صنوبر یا سمن کیا ہوئے ہیں مجھ کو آتش جینان چمن کیا کیا	بہار لالہ و گل ہی کھلی ہی سترن کیا کیا سجائی نرگس و ریحان نے اپنی آئین کیا کیا
تماشا سبز پیوں کا یہاں ایسا ہو یہاں کہ اندر اسن بھی وارفتہ ہی اس کا اور شید ہی	
نہاں ہی سرور عنایت موزوں جانی یہ منظر دیکھ کر افزوں ہوئی نرگس کی گہرائی	عباس ہی گلبنوں کی کیا شباب حسن لورانی بنا ہی لالہ کشمیر بلبل بدخشاں فی
لباس نو پسند نوجوانان چمن لئے ترانے تہنیت کے اور مبارکباد لئے گئے	
قلم میرا عصائے موسوی ہی علم کا سخن ہر اک مصرعہ بنا سرور و افیاض نیرت گشت	بنا ہی صفحہ ورق طاس مثل داویدے امین طبیعت نے کھلائے گل مثال نرگس و سن
بجا ہی غر مضمون ثنا جو آج اپنا ہے کہ یا دشام میں لکھا ہی جو مترج اپنا ہے	
ادا سے آں سے پھنا ز سے مری بھائی گناہ اور جہل سے پھر اہل عالم کو بھائی	ہیں بھگوان اپنی ہر سے دشمن دکھائی دوبارہ شوق سے پیش گیتا کا سنانے
بچشم شوق ہم دیکھیں نمودائیں کی قدرت سما کے آنکھ میں رتبہ خداوند حقیقت کا	
چھڑاتی فضل بارہ سول جس کی دھربانی ہزاروں پاگئے برکت سے جن کی فیض دہانی	ہوا تھا جن کے نور جبہ سے آکاش نورانی حقیقت آشنا وہ واقف اسرار پناہی

جنم دن آج اس محبوب عالم کا مٹاتے ہیں جہاں سے پردہ باطل کی ظلمت اٹھتی ہے	تیری اس نغمہ گنزاری سے ظاہر مقصد شکائے کش لیکن ہو ادا تجھ سے یہ مشکل ہی	تلم کو روک لے طالبِ بہتہ سخت منزل آؤ یہ مالہ اس جہاں میں تو بھی اک ستارہ کامل آؤ
یہی اک نام تیرے لب پہ صبح و شام جاری ہو تو حالت پر نثری طعنے عطا و شام جاری ہو		

یاد شام

۹۔ اگست ۱۹۱۶ء۔ مطبوعہ "سائنس" دھرم پریس "ارتھ"

<p>دل مرا بر میں تیاں تھا مضطر و بے اختیار پاس تھا اک باغ جس میں تھی چاروں کی نظار تھا زمر سے زیادہ اس کا دلکش سبزہ زار دل نے چاہا کیجیے اس جا پہ جان و دل نثار صدائے اس کے پھول پتے پر تھی آجیاں سینہ لالہ کا نہ تھا بیخِ خزاں سودا خوار تھا وہاں طعنے بیاں۔ نورِ بصیرت آشکار اینڈ تانا ہو جیسے مینانہ میں کوئی یاد خواہ</p>	<p>کشن کے درشن کا تھا آنکھوں کو میری انتظار تھا اسی عالم میں نکلا جب اسے کوہِ ہراس اس کا آبِ صفا اُمرت کے کہیں تھا خوشگوار مثل حسن سبز و امنگی تھا ہر نوکِ خار کیا بتاؤں کیا کھلا تھا اس گلہ باغِ نشاط گل وہاں نے خار تھا۔ بیل تھی بے آہ و فغان آنکھ ترس کی کھلی تھی اور سوسن کی زبان اک طرف تھے نوجوانِ چمن یوں جھومتے</p>
---	---

<p>فرشِ محفل سے بھی بڑھ کر سبز و خرم و امید تھا طبعِ شاعرِ رنگ لائی یہ نظارہ دیکھ کر ابر نیساں جس طرح برسائے موتیِ بھر پور مثلِ موسیٰ یہ جگہ میرے لیے تھی کوہِ طور کیا کہوں گردِ دھرواں کس طرح پھر چھوٹے اک تماشا ایسی حالت میں مجھ کو آیا نظر پیاری صورتِ مہنی ہو رہی تھی میرے سامنے</p>	<p>راجہ اندر کا اکھاڑا تھا بنا ہر لالہ زار جس کا تھا میں بدلتوں سے منتظر امیدوار بس بو نہی ہونے لگے پور و قشعرِ آبدار میں بحال بے خودی غش ہو گیا نے قہیا جس طرح بادل سے سورج ہو گیا ایک آشکار جس کے سی اظہار سی داماں خاک کا نام زار تھے ٹھکنے جس کی گردن میں بہت پھولیں کے بار</p>
---	---

جلوہ گروں کشتِ لکن ازلِ دیرِ پیش رو
 می شد م طالبِ باگردانِ او دینِ لنگو

کیا سبب ہے کیوں تُو اے آرامِ جاں ملتا نہیں
 دو گھڑی کو بھی ذرا اے مہرباں ملتا نہیں
 میری نظروں سے یکایک کیوں تو پنہاں ہو گیا
 کیا خطا تجھ سے ہوئی کیوں جاںِ جاں نہیں ملتا
 بستی و نیا خانہ ویراں بنی تیرے بغیر
 خاک چھانی آہ! زیرِ آسماں ملتا نہیں
 ہم کریں سجدہ کسے جب تُو نہ ہو پیشِ نظر
 تیرے دروازے کا سنگِ آستانِ ملکتین
 چل کے بندِ رابن میں ڈھونڈو گا تجھ کس میں
 گوگل و مہتر میں بھی تیرا نشانِ بستا نہیں

بیج سے بے زار کیوں مر لی مبتوس ہو گئے
 بنسری کا جو پتا ہم کو میاں ملتا نہیں
 نشتے آئے منزل مقصود کی نسبت بہت
 ہائے کچھ ہم کو طبع کارواں ملتا نہیں
 اڑتے اڑتے طاقت پر دازن ایل ہو گئی
 سیرگاشن اس قدر کی آتیاں ملتا نہیں
 اب نہ تجھ کو رن میں اڑتے دیکھتے ہیں ہم کبھی
 اور گیت کا سبق ہم کو یہاں ملتا نہیں
 چشم روحانی میں اپنی کچھ بھی بینائی نہیں
 اس لیے شاید کوئی تیرا مکان ملتا نہیں
 اس منڈل کا تماشہ ہائے کیوں مفقود ہو
 کیوں وہ اب اپنا سرور جاوداں ملتا نہیں
 ایک بیک پنہاں ہوا ہی تو نگاہ شوق کو
 دیدہ بینا تھکے تیرا نشان ملتا نہیں
 چھا گئی باؤ خزاں اب گلستان ہند پر
 کوئی اس اجڑے چمن کو باغبان ملتا نہیں
 چھوڑ کر دامانِ رحمت تیرا ہم جائیں کہ بھر
 کوئی تجھ سا مہرباں لے مہرباں ملتا نہیں

تو تو موصوفہ صفات نیاک الحق ہو مگر
بیج کا تیری ہمیں رنگ بیاں لٹائیں

طاگب اس کے وصف میں اس طرح جب گویا ہوا

تو وہ بولایوں کہ منہ امرت سے نچھا دھویا ہوا

ہوں مسم میں کلی کے مرغ کے شیون میں ہوں
ہوں میں ٹھنڈک باغ میں گر میاں گلشن میں ہوں
نبیت عرش محلے ہوں ہر اک مسکن میں ہوں
بن کے سوز عشق میں عاشق کے جان تر ہوں
بر سر گویاں غامضی سوین میں ہوں
گو گل و دختر میں بھی ہوں اور بند ران میں ہوں
ہر کسب نور جذب آسامہ روشن میں ہوں
پر وہ نیزنگ بن کر چشم ماو میں ہوں
بن کے موسے بر سر فرعون پیدار میں ہوں
میں ہی کج کبر و نخوت صورت داروں میں ہوں
مثل رنگ و عیاں نہاں میں سر گلشن میں ہوں
ذریعے فنی میں نمایاں کثرت خرم میں ہوں
بھاگتا میں تم سے کاہے صورتہ دشمن میں ہوں
اور سلوک معرفت میں صورت رہنما میں ہوں
شیخ کے دل میں ہوں جو وہ برہمن کے تن میں ہوں

میں ہیں گل میں بڑے میں ہر گلشن میں ہوں
میں ہی باغ و ہر میں ہوں ٹبل شیریں نوا
قعر دریا میں ہوں ظاہر صورت تحت انثرے
ماز بن کر ہوا دامن لبروں کی جلوہ گر
گلشن مستی بھی ہے میری مہکتے گلزار
گویوں سے پھر میں ہوں دم کی ٹھکھیلیاں
مہر و کینہ فی ساء ہوں میں آفتاب نیم روز
خاکساری سے چھو کا آسمان ہوں کج بھلاکت
و مشیت غیبت وادی امین میں ہوں مسکن میر
رام لکھن اور سینا سائے میں سے سروپ
کثرت عالم میں حدت اور دکاں میں لامکاں
کون کہنا کہ میں ہوں عرش پر ہی جلوہ گر
دوست بنکر گاہ آتا ہوں تمہارے پاس میں
مثل کو کہتے ہما کہتے شب ناما یک میں
شمع ساں کیاں ہوں روشن کعبہ تیرا میں

بولتا دل بر میں ہی پر گوش شنوا چاہیے
”عشق کیا شہر کسی عاشق سے پوچھا تھا“

۵

ہولی کی بہا

منشی رام سہائے صاحب تمنا لکھنوی ہر سال اپنے رسالہ ”دور بار“ لکھنؤ کا ہولی نمبر شائع کرتے تھے۔ نیاز مند سے بھی ایک مرتبہ ہولی کی تقریباً ایک نظم طلب فرمائی کہ تم میں اس تیوہار کا اتنا چرچا نہیں جتنا کہ ہندوستان میں ہر یہی وجہ ہے کہ ہولی کی شان میں راقم نے فقط یہی ایک غزل لکھی ہے۔ اور وہ بھی ایڈیٹر صاحب کے طلب کرنے سے پہلے ہی اپنے ایک پنجابی دوست کی فرمائش کی تعمیل میں ۳۰ دسمبر ۱۹۱۶ء کو لکھی تھی۔ اور تقریباً دو سال کے بعد رسالہ مذکور میں طبع ہوئی۔

<p>ننگے لیان تاج میں پھر آشکارا دیکھ لوں بھول جائے بلبل و گل کا سہم ناز و نیاز کرشن کی لیسلا میں کچھوں جلوہ نور خدا سرو مہری سے جہاں کی گرم باری ہر شر جبکہ آخر وقت میں ہو گی امیدیں قطع نام سے جس شبیام کے پیرا ہمارا پار ہو</p>	<p>کرشن جی کو کھیلے ہولی دوبا را دیکھ لوں ترج بھومی کر نگارہ میں تھا را دیکھ لوں ابر کے پردے میں ظاہر ہمارا دیکھ لوں آنش الفت کا روشن چہرہ شر را دیکھ لوں کرشن جی کو اپنے لگے جلوہ آرا دیکھ لوں گو پیوں میں جلوہ گر چہرہ دل آرا دیکھ لوں</p>
---	--

زنگ ریلوں میں کٹی طالب ہو ہوئی کی بہا
محل عشرت میں وہ آنکھوں کا تارا دیکھ لوں

(۶)

پرہمنس سری رام کرشن جی کی برسی

ڈاکٹر سری رام صاحب جو اپنی خدمات اور نیکوئی کی وجہ سے نزدیک و دور مشہور ہیں اور کم از کم کشمیر میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ قریب نو سال سے راقم کے واقفوں میں سے ہیں۔ آپ جس وقت سے کشمیر میں سلسلہ ملازمت دارو ہوئے ایک سچے خادم ملک بن کر ہر قسم کے سوشل اور ہمدردانہ کام میں برابر حصہ لیتے رہے۔ بلکہ عام معلو مات میں دلچسپی لینے کے علاوہ ملک میں جا بجا ریڈنگ فم اور کتب خانوں کی بنیاد ڈال دی۔ چنانچہ رعنا واڑی میں ایک ریڈنگ روم اور کتب خانہ سری رام کرشن جی پرہمنس کی یادگار میں قائم کرایا۔ اس کے علاوہ پرہمنس جی کی برسی کا مبارک اُتنو بھی ہر سال کافی شان اور دھوم سے مناتے رہے سلسلہ کی برسی پر راقم سے بھی ایک نظم لکھنے کی فرمائش کی۔ اول تو ہر شخص ڈاکٹر صاحب کے اخلاق، قومی جوش اور صداقت قلبی کی وجہ سے ان کا ایسا گر دیر کا احسان ہو جاتا ہے کہ ممکن نہیں کہ کوئی ان کے ارشاد کی تعمیل کرنے سے انکار کرے اور پھر اس پرہمنس جی سوامی ویویکا نند اور سوامی رام تیرتھ جی کی جیسی پاک مستیوں کی نسبت کچھ لکھنے میں کس کوتاہی ہو سکتا ہے۔ ذیل کا محض اسی جلدے

کی یادگار ہے۔ اس موقع پر مولوی امیر الدین صاحب امیر کاشمیری نے بھی ایک چوتھے
منہ کر حاضرین کو محظوظ کیا۔

مخل میں آج ہوتا ہوں جلوہ آرا بچہ وطن چچکا ہوں کونسا ستارا
طبع رسا ہوں کرتی کس بات کا اشارا سینے میں لگوں کس نے جو خوشی ابھارا
پیش نظر ہی کیسا آنسو کا نظارا
جو ہم پر آگیا ہوں کیا رنگ گلستانی سرسبز تپتا گل سب میں ارغوانی
بزم چین کی رنگت جس کا نہیں کتنائی فردوس اس کے لگے ہوتا ہوں بانی
ہر ایک سرفرد نے اپنے کو یاد سنوارا
کیسا نرالا جلسہ ایجاد ہو رہا ہے جو سرور و چین میں آزاد ہو رہا ہے
شمشاخِ خرمی سے و نشاۃ ہو رہا ہے کاشاد محبت آباد ہو رہا ہے
خوش آمدید دل سے ہر کسے پکارا
پھولا ہوا ہی گل کشمیر کے چین کا ہوں جافرا تماشا فرسین و فستق کا
ہوں رشکِ مہرورہ اس داؤی گنہگار ہر اک بشر بنا ہوں عقدِ خوشی کا مہکار
عیش و خوشی کا بھتا ہے زور سے فقارا
ہر سو شادمانی اک شوہر جہاں میں عشرتِ دل کیمر میں عیش و کام میں
ہندوستان میں جلے اس دورہ زماں میں کیوں دلوں نے پیدا ہو آج آسمان میں

لے زماں بجا بچہ چین کی طرف اشارہ ہے (طالب)

پیدا ہو آج ہوتا جو رام کشن سپارا

آنکھیں غفلت جس کا دیریا بیکراں ہو قریا تیوں سے اپنی جوندہ ہاوداں
ہاں صفا کے دل پر ہر وقت غمراں ہو عظمت میں جس کی ہرگز کوئی نہیں ملے

پستی سے جس نے اگر ہر ایک کو ابھارا

جنوں کا واقعہ اک انھی پر یاد آیا خدمت کا جس میں طلب اپنے بتایا
بلے کٹھن سفر سے دیکھتا ہست بٹھایا تکلیف تھی بدن کو او کو بھگتے ستایا

چلنے کی گفت گو کی تھی تاب اور مٹایا

تے میں ان کے آگے آیا تھا اک جیلا جو ہاتھ باندھے چپکا تعظیم سے کھڑا تھا
غلیب تھا درِ دل سے چہرہ اُدس سا تھا بوئے وہ شانتی سے کیوں خبر تو ہر ما

بے چین اس ہے ہو دل ہو رہا تمہارا

سوزیوں کی جاں تھا چلا دوں کچھ اول نو اُس نے اپنا منہ مشرق نہ کھولا
سنے سے پہلے اس نے اپنے سخن کو ٹولا دل پر وہ آخر اپنے یوں ضبط کر کے بولا

گاؤں میں اس کے ہر بیمار اک بچا

بیکس پڑا ہوا ہو جا اسے گنتی والا بچنے کی آس کم ہو شاید ہی مرنے والا
تیار واد بن کر دم اس کا بھر نیوالا کوئی نہیں ہو ایسا احسان کر نیوالا

کندھوں پر میرے اس کو رکھ کر جوئے سہارا

یہ جاتا اُس کو گھر میں کیا میں اس کی منت کم ہوتی جس سے اُس کی تکلیف اور مصیبت
ہو جاتی رفع اس کی جو کچھ کم ہو خستہ اے کاش میں ملتا ہا مہرِ دینی محبت

تکلیف سے ہو اُس کی دل میرا پالا

یہ سننے پر وہ بولے شاباش ہے پیار
ایسی ملے جو سیوا دھن چاکل میں ہمار
اتھو کہ ساتھ چلتا ہوں میں ابھی تھامے
ایسا نہ ہو وہ دکھ میں لوگ کو سہارے

اس کا رخیر میں کیا کرنا ہو استخار
ہر چند تھکا نہ چیلو ایسی مدد کا قابل
لیکن دینی کا پردہ ان میں چھٹا چاکل
منظور تھا نہ سرگزشت کہ ہونٹ بائل
ہمراہ ہونے کے خود سیر ہو چکے بائل

ویسے ہی جا کے فوراً خود دبیدا سہارا
بگڑی دشا وطن کی تھی سرسبز سہارا
ہوں عیش میں کیونکر دن اب بسر ملے
بر باد ہو رہے تھے دکھوں گھر سہارا
امداد وقت پر کی اے رہبر سہارا

مداح تیرا ہر اک ریفارمر ہمارا
اے صاحبِ محبت اے بادشاہِ محبت
م سے تھے ہوئی تھی ہجو بلکے ملت
طرزِ عمل سے تیرے ظاہر ہو تیری قدرت
بگڑے ہوؤں کو تو نے کس کس طرح سوار
قوت نے پلا باہم کو وصیت کا ملت

تیری عنایتوں کے اکثر ہوئے ہر نامی
ہمدردِ اہلِ عالم دُنیادین کا حامی
گمراہ ہو ہوئے تھے دم میں انھیں سدھارا
گناہیوں کو بخشی کیا شہرتِ دائمی
احسان تیرے ہم پر مین شہرِ سماوی

ایثار کا طریقہ ہم کو سکھایا تو نے
انسانیت کا سچا جلوہ دکھایا تو نے
وحدانیت کا کیسا شہرہ لگا لیا تو نے
انکھتی کا کیسا سیدھا رستہ بنایا تو نے
دشمن کا دوست بننا ہر جا تھا آشکارا

اے باہر حقیقت کی وجہ بامِ عالی اے راز دارِ الفت کیس الگو کی والی
 آئندہ اور سکھ سے یہ کلام بہرِ خالی طالبِ نرا ہی کچھ سے اس بات کا سوالی
 اوغز و شانِ دلے آجا یہاں دو بار

کنھیا کا دھیان

۵۔ اگست ۱۹۱۶ء - مطبوعہ سناتن چھرم پریچارک "امرت"

<p>میں کننا جو باراکن تھا مصرفِ حرام اک طرفِ نرگس کی آنکھیں طے لگے کام تھا طیورِ خوشنود کا جس میں اک اجلاسِ عام تھی جہکتے اس کی ہر میج صبا راجِ مشام تھا کبھی سانغ کا ذکر اور تھی کبھی یادِ طعام چل رہا تھا بیلِ غنّش بادِ مستی کا جام ہوئے جس سے دھمی تھے نلکے غمِ انام مانوس تھا جو اپنی قوم کا جلے قیام دیکھنے کے وقت لینا پڑنا تھا گلی کی تنہا اڑ گئی تھی ناز کی سرسبزی و رونقِ تمام مرونی سی چھا رہی تھی اس شجر پر لاکھام</p>	<p>تھی تمنا شام کے دیدار کی صبح و شام اک طرف تھی چادرِ گل اک طرف آبِ ہاں بلغ و کش تھا وہاں یادِ ربا دیوانِ خاص کرتی تھی ناز و نسیم جانیغز اہرِ روح کو گلشنِ عیش و طرب میں بھی بیا بزمِ نشاط جس کو دیکھتے مست تھا اپنے سرود و ساویں دلخاش اس میں لڑاکا میں آتا تھا نظر سایہ انگن تھا لبِ جواکنِ خنت کہتے سال اس قدر بالا تھی اس کی رخصتِ قد و راز ہے لیکر اس کی اگلی شانِ اب باقی نہ تھی ٹھنیوں پر نغمہ زن اس کی کوئی طاثر نہ تھا</p>
--	--

<p>عظمت دیرینہ اس کی تھی گردیستی پتا سارے گلشن میں ہی تھا اک خزانہ دیدہ</p>	<p>واقعی تھا اک زمانہ میں بلند اس کا مقام دیکھتا تھا چشمِ عبرت کے جسے ہر خاص عام</p>
<p>حضرت طالب اسیر حیرت میں حال کشت سوئے تحقیقات میں طبعش یہ استحال کشت</p>	
<p>دل میں خواہش تھی کہ ہوں ہمراز اس کا ہر حال یہ خیال خام تجھا تھا جڑوں سے بھی سوا پھر رہا تھا میں اسی دھن میں ہاں دیوانہ منظر رہ کر میں آخریوں زبان حال سے میں نے پوچھا باعثِ عظمت تجھ تیرا کیا ریت ؟ مل گئی تھی تجھ کو ایسی سرفرازی کس طرح ؟ پائی تھیں تو نے قدمزدن کی کیا غدا لیا ؟ اب یہ کھو بیٹھا ہے تو کیوں یک فلم جاہِ حلال ؟ پائی تھی کیا پرورش تو نے تباہی کے لیے ؟ رہ گیا تو کیوں اکیلا اس طرح اس حال میں ؟ جی کر ٹھکانی ہو مری از بس یہ خاموشی تھی تیری خاموشی سمندرِ شوق کو ہمیر ہے سمرِ گذشتہ اور حال اپنا کچھ بیاں آخر تو کر</p>	<p>اور گوشِ ہوش سے سن لوں میں اس کی آواز دل میں مان تھے مرے اور اس میں باقی تھی نہ جا غریبِ بحر نہ تھا گو بند تھی میری زبان چپکے چپکے اس سے تھا گویا طلبِ گریباں کس طرح بڑھنے لگی تھی تیری اوج غوش رکھ سکا محظوظ کیونکر تجھ کو یہ دورِ زماں اور تو کیونکر بنا تھا یہ نرِ تاباغِ جنال اب جو انانِ شجر میں تیری سرداری کہاں تجھ پہ جو عالمِ موتی ہیں اس قدر برادیاں جبکہ ہو خوش حال باقی کاموں کا کارِ دل ملتی ہوتا ہوں تجھ سے کھولے اپنی زباں اب موتی جاتی ہیں بے قابو مری تباہیاں کہ چکا ہو کیوں تجھے برباد جو آسمان</p>
<p>گفتہ گفتہ طالب احوال چوں خاموش شد از زبان حال بانگِ مارہم آغوش شد</p>	

<p>کرتا ہو شریک خاموشی تمہارا یہ سوال چشم ہمدردی سے دیکھا تم نے اگر دلیر حال پوچھتا ہو کون میرا باعثِ رنج و مال جو کھلے دل سے لٹاؤ مجھ پہ اپنا جان مال جن کو خواہش تھی کہ حاصل ہو مجھے اوج کمال کرشن کی گلتیا کے قولوں پہ چلے فیہِ قیل و قال ابن وہ نامِ عبادت ہے وہ تابِ حال اب کسی کو بھی نہیں میں سدھ کا خیال جس کے ہاتھوں سکوں محظوظِ بختِ دل شرط ہو آگے کرے کوئی مگر دستِ مال پھر وہی حالت ہو اگلی سی وہ حال ہو کمال کہیا ہو یہ روداد اور کس کا ہو یہ پردِ حال اور دل پر سے اٹھایا میری حیرانی کمال</p>	<p>یاسِ منع ہو کہاں سے آسِ ذکرِ حال بعدِ مدتِ بکسی میری نظر آئی تمہیں آرزوئے لبِ کشائی اب نہیں باقی مجھے اک زمانہ تھا کہ اکثر یار اور احباب تھے حالتِ فنا دگی اب ان کو آئی ہو پسند وہم کا جن کو خیالِ نیک ہوتا تھا مدام برقِ مجھ پر بادیت کی گری ہو عرسِ جا ایک بیک چھائی گھا اوبار کی چاروں طرف باغباں بس ایک وہ مرلی منوہر ہو مرا حسبِ وعدہ کام آئی گئے وہ آئے وقت میں ہو عملِ پیرا اگر بھگوت کی گیتا چریاں ماجرای سن کے دل میرا ہوا حیرانِ سخت عقل نے لیکن سنبھالا ہوشِ جلدی پھر مرا</p>
--	---

آل خزانہ بدہ و رخت این ادبی کشمیر بود
خوابِ مادییم طالبِ حالتش تعمیر بود

رامائن کا دلکش سن

نمبر ۱
۳۰ اپریل ۱۳۱۴ء - غیر مطبوعہ

سری راجپند جی مہاراج کے بن باس جلنے پر ماتا کو شلیا
ان کی گفتگو

کوشلیا ماتا

باعثِ بچ و اہم تیری جدائی کیوں نہ ہو؟
میرے بچے اس میں نہری جاگ مہنہ کی کیوں ہو؟
تجھ کو بن میں جلنے کی گوڑھن تائی کیوں ہو؟
ماتلنے میں اس کے عائد سو بڑائی کیوں ہو؟

گھر میں اے سخت جگر تجھ بن تباہی کیوں ہو؟
تو نہ ملنے بات میری ہائے سہیہ کی غضب
تیری وقت میں مجھ رحمت ہو حال کس طرح؟
ہو مقدم حکم ماتا کا یہ سن نو نظر

راجپند جی

کاتب تقدیر کی ثابت صلاقت ہے یہی سلطنت سائے جہاں کی بھی لے تو خاک ہے گر بچ کا پاس ہو تو چیز کیا بن پاس ہو پیاری مائیں پتا کا حکم مانوں گا ضرور	گر نہ جاؤں بن کو تو وجہ نہ مست ہے یہی باپ کی فرماں پذیری اور طاعت ہے یہی غرم بے وسواس ہو بیشک سداست ہے یہی پہچ میں کہتا ہوں گرجی کی نصیحت ہے یہی
--	---

کوشلیا - ماما

یہ سُنانی سن کے تیری ماں تو لڑاں گئی راج کو کر لے بھرت ہی اے مے نور بصر کس طرح تیرا جدا ہونا گوارا ہو مجھے دور کر دل سے دلائے بن کو جانے کا خیال	جو تری بدخواہ تھی وہ آج شاداں گئی میں جدائی سے تری لیکن پریشان گئی میرے دل کے چین ماما تجھ پہ قریاں ہو گئی تیری عزت ہر دو عالم میں نمایاں ہو گئی
---	---

راچند جی

میں سمجھتا ہوں مے بن مایں سے غم ہیں بہت قیدیں ہوتی ہیں تو کلیضہ اور ملت ہو دکھ لیکن لے ماما جو جس کا دل سمندر پریریم کا باپ کے ارشاد کی تعمیل کو سب پر ہونو ف	تم تو ماما ہو رعایا کو بھی ماتم ہیں بہت اس جلا وطنی کے دکھ کے لگے وہ کم ہیں بہت اس کے جنگل میں بھی مائل و رہدم ہیں بہت سر پہ انسانوں کے پونو عرضیم ہیں بہت
--	---

کوشلیا ماما

جنگلوں میں جا کے دل کو دکھ میں ڈالا چاہیے اور زیب تن تمہارے مرگ چھالا چاہیے
--

اس تن نازک کو کیونکر آئیگی کاٹھون میں تانا نہ ہو نیم کو زندوں کا دہاں خوت و خطر مجھ کو بے نور نظر تیری جدائی شاق ہو	ہاتھ میں جینے کو سرن اور مالا چاہیے دوش پر تیر و کماں ہاتھوں میں بھالا چاہیے گوستیلی کا تری یوں بول بالا چاہیے
---	--

راجہ جی

پیارے ماما تجھ کو دکھ و غم فشانہ کیوں ہو؟ کیونکہ راجہ کی پیاری رام ہواں پذیر ہو نہ چاہت راج کی خواہش نہیں تی بلج کی میں نہ مانوں حکم ہو گا کون مجھ سا بد نصیب	چہرہ اس صندے کی تیرا زعفرانی کیوں ہو حکم مانوں میں نہ بدن مجھ سوانی کیوں ہو بارا اور پھر مرا غم خسل جوانی کیوں ہو ہائے بدنامی ہماری خاندانی کیوں ہو
--	--

کوشلیا - ماما

فخری بھارت کا تو تجھ میں طاعت ہے ضرور جب تک اس آکاش پر روشن ہیں ہر نور جھیلوں کی چوہہ برنفت اگر زندہ رہی جبر سے دل پر گرنی جبر بڑھوں گی غموش	آگیا کی پالنا میں استقامت ہے ضرور یاد گاری خلق کی تیرے غمٹ ہے ضرور گو مر اول چاک ہو اور سر میں وحشت ہے ضرور گو مرے پھرے سے روشن ہو و تحقیقت ہے ضرور
---	--

راجہ جی

ہاں جانے کے لیے سب ایتھو سامان لگیا راج کرنے میں پھر بے لطف ہو حاصل مجھے	منزل مقصود اب مجھ کو بیا ہاں ہو گیا ایسا راجا اپنی پرچا کا نگہاں ہو گیا
---	--

کتا ہونے کی خوشی سے دوتوں کو خیر باد	فرقتِ اجاب گودل پریشاں ہو گیا
وصل کی امید پر دردِ جدائی سے ہوشاد	ورنہ میں علم پد پر پلنے قریاں ہو گیا

خاتمہ

رام اور ماتا کا جو آپس میں یہ مواد ہے	قابلِ صدا آفریں ہو اور مبارکباد ہے
جو کرے دل سے پتہ ماتا کے حکموں کو قبول	دیوتاؤں کا عمل پر اس کے حرفِ صدا ہے
ہند کے سارے دلاور دھرم پر قربان ہیں	راجی ان کا گرو ہی پیر ہوا استاد ہے

عورت سے فرہنے کے لائق ہی بی طالب داستان
دیکھو راسن میں کیا کیا رام کا ارشاد ہے

گوماتا کی فریاد

باج ۱۹۱۶ء کے تیسری تاریخ کی رات کو راقم نے ایک خواب دیکھا کہ ایک وسیع اور خوشنما بلغ ہے جس کی ایک حد پر ایک چھوٹا سا مکان واقع تھا۔ باغ میں ایک آدمی ایک چھوٹی اور خوبصورت گائے کے گلے میں سی ڈال کر اس کو پکڑ کر کہیں لے جا رہا تھا اور دوسرا اس کے پیچھے پیچھے اس کو لاکھڑی سے ہانک رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی مرضی کے خلاف کسی خاص جگہ کی طرف لے جانے جارہے تھے۔ دوسرے دن ابھی اس خواب کی یاد تازہ ہی تھی کہ قریب دس بجے

صبح کے چند احباب آئے اور چہرہ نشانی کی سیر کو جانے کی تجویز قرار پائی۔ چنانچہ
 گیا۔ بچے کے قریب سب گھر سے چل پڑے اتفاق ایسا ہوا کہ راستہ میں ایک
 مقام پر ایک خستہ حال گائے گھاس چرتی ہوئی نظر پڑی۔ دل پر کلب چوٹ لگی
 اور خواب کا سماں آنکھوں میں بھر گیا۔ اپنے ہمراہیوں سے بھی اس کا ذکر کر کے
 کہا کہ اس میں شک نہیں کہ ہمارے والے ملک ہمارا جہ صاحب بہادر تو گنڈر کھشا
 میں عظیم المثال ہیں۔ لیکن ہم لوگ ہی اس بلے میں اپنا فرض انجام نہیں دیتے
 وہ بھی اس سے متاثر ہوئے لیکن اپنی مجبوری ظاہر کی۔ راقم نے کہا دل میں
 آتا ہے کہ اس واقعہ پر ایک نظم لکھوں فرمایا۔ ہاں ضرور! کم از کم اتنا تو ہو۔ شاید
 ایسی نظم سے کسی نہ کسی کے دل میں گنڈر کھشا کا احساس پیدا ہو چنانچہ اسی شام کو
 ذیل کی نظم لکھی تقریباً ڈھائی سال کے بعد ایڈیٹر سنا تن دھرم پر چارک امرتسرے
 گوپال شرمی نمبر کے لیے اسی مضمون کی ایک نظم طلب فرمائی چونکہ یہ نظم اُس وقت
 تک طبع نہ ہوئی تھی بھیجی اور شائع ہوئی۔

اک دن جو شرفی سیر مارا ہمبر ہوا	اک باغ و لقریب میں اپنا گنڈر ہوا
وہ باغ جس کا ہر گل تر مشابہ تھا	وہ باغ تھا کہ طبلہ عطر بہار تھا
وہ باغ رکشا کہ تھا اک بقعہ نور کا	یا آئینہ تھا شانِ خدا کے ظہور کا
وہ باغ جس میں جاتی تھی ستانہ بشار	پانی تھا جس کا گریہ عاشق سا بقرار

۱۔ کثیر کے ایک خوبصورت اور فرحت بخش مقام کا نام ہے۔ (طالب)

وہ باغ شرح قدرت پروردگار تھا
 سعدی کی گستاخ کی طرح تھا سدا بہا
 ہرگز وہ باغ روضہ رضواں سے کم نہ تھا
 دامن گل میں تھی جو محبت کی رنگ بو
 ہر اک روش پہ فرش زمرہ تھا آشکار
 ٹھنڈی ہوا تھی چرخ پہ بادل تھے چھایا ہے
 عکس سخن سے سخن چین میں تھی جو بہار
 مستی کا رنگ مجھ پہ کچھ ایسا سوار تھا
 ہر شاخ گل پہ پیک نظر جھونے لگا
 اس طرح تھوڑی دیر ٹھنڈا رہا وہاں
 پھر پھر کے سیر باغ جو میں کہ چکا تمام
 منظر وہ ایک آنے میں پیش نظر ہوا
 پہلا نظارہ محو سبھی یک قلم ہوا
 کیا دیکھتا ہوں گائے اک آشفکہ حال
 تکلیف و درد و غم میں وہ بہوش بھی پری
 کرتی تھی بے زبانی سے تقریر بیکسی
 وہ دروے کراہتی باجان بے قرار
 یہ حال اس کا دیکھ کے ٹکڑے جگر ہوا
 ماما مجھے بتا کہ تیرا کیا یہ حال ہے
 عید خزاں بھی جس کا مثال بہار تھا
 ہر برگ گل سے دفتر معنی تھا آشکار
 ہر عرض اس کا چشمہ حیواں سے کم نہ تھا
 دلکش تھا عند لبیبوں کا آغوش آرزو
 دکھلا رہا تھا قدرت قادر کی جو بہا
 طائر خوشی میں گل کے تھے سب تھما ہے
 لکیر لگائے تختہ گل سے تھا کوہ سار
 گویا وہ میکہ تھا میں اک بادہ خوار تھا
 جوش طرب سے غنچہ دل پھولنے لگا
 دل بھی ہوئے گل سے بہلنا رہا وہاں
 چلنے لگا تھا گھر کی طرف ہو کے شاد کام
 جس سے کہ حال دل کا رنگ دگر ہوا
 افسردگی سی چھا گئی دل پر الم ہوا
 بیکس ہو نا توں ہو ضعیف اور بڑھال ہو
 مانند سمع کثرت وہ خاموش تھی پری
 صورت تھی اس غریب کی تصویر بیکسی
 ماتم کناں تھی حال پر اپنے وہ سو گیا
 اس سے مخاطب اس طرح با چشم نہ ہوا
 رنج و ملال و غم سے جو تو پامال ہے

وہ باغ شرح قدرت پروردگار تھا
 سعدی کی گستاخ کی طرح تھا سدا بہا
 ہرگز وہ باغ روضہ رضواں سے کم نہ تھا
 دامن گل میں تھی جو محبت کی رنگ بو
 ہر اک روش پہ فرش زمرہ تھا آشکار
 ٹھنڈی ہوا تھی چرخ پہ بادل تھے چھایا ہے
 عکس سخن سے سخن چین میں تھی جو بہار
 مستی کا رنگ مجھ پہ کچھ ایسا سوار تھا
 ہر شاخ گل پہ پیک نظر جھونے لگا
 اس طرح تھوڑی دیر ٹھنڈا رہا وہاں
 پھر پھر کے سیر باغ جو میں کہ چکا تمام
 منظر وہ ایک آنے میں پیش نظر ہوا
 پہلا نظارہ محو سبھی یک قلم ہوا
 کیا دیکھتا ہوں گائے اک آشفکہ حال
 تکلیف و درد و غم میں وہ بہوش بھی پری
 کرتی تھی بے زبانی سے تقریر بیکسی
 وہ دروے کراہتی باجان بے قرار
 یہ حال اس کا دیکھ کے ٹکڑے جگر ہوا
 ماما مجھے بتا کہ تیرا کیا یہ حال ہے

کیوں تو اسیر یاں ہی اے ماذر وطن
 بیزار کس لیے ہی تو لطف حیات سے
 اماں شیر خوار تیرے بچے ہم تمام
 یہ سن کے اس نے دیدہ حسرت کی نگاہ
 افسوس ہے کہ تم میں مروت نہیں ہی
 افسوس ہے کہ غیرت قومی ذرا نہیں
 پلے جو دودھ سے نہیں پیتے ہو اس کو
 محسن کشی کا عیب یہاں تو کبھی نہ تھا
 ہوں اس زمانِ عدل میں یا مال جو کیوں
 اٹھتے نہیں ہو میری حمایت کے واسطے
 بچنے کی میری اب نہیں باقی ہے کچھ امید
 وقت گزشتہ میں مری تو قیر غمی بہت
 بھگوان کرشن مجھ کو کھلانے کے واسطے
 گویا ان کا میری بدولت ہی نام تھا
 آنے تھے شوق میں تو جاتے تھے ہنسی
 الفت تھی گو پیوں سے بھی ٹھکے نہیں
 مجھ کو رشی مہی بھی تھے رکھتے عزیز تر
 افسوس اب تو کوئی نہ پرسان حال ہی
 ہستی مری ہی فائدہ عام کے لیے

کس واسطے اوداس ہو اے ماذر وطن
 دیکھا ہے تو نے ظلم و ستم کس کے ہاتھ سے
 پروردہ جوئے فیض سے تیرے ہر خاص و عام
 گویا زبانِ حال سے بولی وہ بیگناہ
 محسن کی اپنے قدر و محبت نہیں ہی
 جس دھرم کی رہی نہیں رحم اور دیانیت
 جو تم پر مہربان ہو کرتے ہو اس پر قہر
 تھے لاکھ عیب عیب۔ لاکھ ہی نہ تھا
 ظلم اور ستم یہ تعصب کا دور کیوں
 کھلتا نہیں ہے لب بھی شکایت کے واسطے
 اے ہندو دوتار راہو کیا ہو سفید
 الفت کی مہربانی کی توفیر تھی بہت
 جاتے تھے چپکے چپکے چرنے کے واسطے
 مجھ سے ہی گو پیوں کو وہ اغوا تھا
 مقصود ان کو تھی فقط اس خوشی مری
 قدیموں پر میرے بھگتے تھے کہتے تھے جی
 فطیم کو جھکاتے تھے میری وہ اپنا سر
 بید را دی آپ کی بھی غضب کے مثال ہو
 میرا وجود خلق کے آرام کے لیے

دیتی ہوں وہ وہ ہیں جو ہوا پر حیات
 پوری کچھ سی کھاتے ہوا اور تڑکھائیاں
 محنت سے میری باغ بناتے ہو پریتے
 ملتا جو گھاس پھوس ہو چاراکسی طرح
 میری نظر میں شیخ و برہمن ہیں تو ایک
 کھن۔ ملائی۔ دودھ دہی کیا نہیں دیا
 میں کیا کہ میرے کنبہ سے خاریت ملک کی
 نادانی ہو جو لاؤ نہ تم مجھ کو دھیان میں
 دُنیا کو بوجھ سر پہ اٹھائے ہوئے ہوں میں
 افسوس جس سے فائدے پہرے اٹھاؤ تم
 خوش رکھ کے مجھ کو فائدہ تم لاکھ پاؤ گے
 میں ڈال دوں جو اتو ہو کل کا رہا رہند
 افسوس جس کی زینت سے یہ کچھ بھول ہو
 کچھ دروازہ رحم دلوں میں مگر نہیں
 مانکے نام سے مجھے تمہیں پکارتے
 بے رحمیوں کو کہتے گوارا ہو کس طرح
 طالع بینی پتہ چاہیے اس بے زبان سے
 واپس چلایں گھر کو بصد سو زبرد و آہ
 اس وقت میرا حال عجب مونا کاتھا

ہندو کے واسطے تو میں ہاں باعزت نجات
 افسوس ان کے بدلے مجھ سے رکھائیاں
 پیدا لانج کہتے ہو ہر سال ٹھیکت ہے
 کرتی ہوں میں اسی پہ گزارا کسی طرح
 سب مجھ سے مستغنی ہیں بیہون اہل نیک
 اُپکار میں پسینہ لہو میں نے اک کیا
 چلتی ہمارے دم سے نہ عبت ملک کی
 سورہ ہو ایک نام پہ میرے قرآن میں
 حالم کے کاروبار رواں نہیں دم سے ہیں
 یوں اس کو دکھ میں کھکے آنکھیں چاؤ تم
 مجھ کو ستا کے آپ ہی نقصان اٹھاؤ گے
 صد حیف مجھ بھی کوئی نہیں میرا دروند
 ہو فکر اس کی چمڑی سے دھڑی ڈھول ہو
 رکھتا جو میری آپ کو تیر نظر نہیں
 میرے بچاؤ کے لیے تمہیں ہار تے
 میرا تمہا سے پاس گزارا ہو کس طرح
 اک بکلی مجھ پہ ٹوٹ پڑی آسمان سے
 کانوں میں گونجتی تھی وہ فرما دے گناہ
 پردہ دل و جگر کا میرے چاک چاک تھا

ہوش دہو اس پر مرے سکتے سا پڑ گیا بے اختیار چنچ یہ نکلی زبان سے ہندوستان میں اب کوئی کال نہیں	آباد باغ دل مرا اک دم اچڑ گیا گویا کہ ایک توپ چلی آسمان سے دھرم اور دیا پہ اب کوئی عامل نہیں
--	--

رامن کا ایک دلکش مہینہ

ماہ اکتوبر ۱۹۱۵ء یا اس سے کچھ عرصہ پہلے راقم رسالہ ”دربار“ لکھنؤ کے خاص مضامین نگاروں میں شامل ہو گیا۔ اور وقتاً فوقتاً ہفت روزہ ”رام سہائے صاحب“ تمنا لکھنؤی ایڈیٹر رسالہ مذکور کے طلب کرنے پر ان کی خدمت میں مضامین نعم و نشر بھیجتا رہا۔ بلکہ اس طرح کچھ عرصے تک ابتدائی مشق کی حالت میں صاحب موصوف سے استغاثہ و سخن کرنے کا موقع بھی ملا۔ بعد میں صاحب کئی مہینوں تک رسالہ کے ساتھ ساتھ ایک ایک ضمیمہ بھی شائع کرتے رہے۔ جو اکثر دھارمک رنگ میں منظر مہیا کرتا تھا۔ ماہ مارچ ۱۹۱۵ء کی اشاعت رسالہ کے ساتھ کے ضمیمہ کا مضمون لکھنے کے لیے راقم کو ارشاد ہوا چنانچہ اس کی تفصیل میں مندرجہ ذیل سین لکھا گیا تھا اور حسب منشاء ایڈیٹر صاحب شائع ہوا۔ بلکہ اس کی تمہید کے ابتدائی چار اشعار بھی اُنھوں نے ہی لکھے۔ سین بعد میں اخبار ”سائق دھرم پراچارک“ میں بھی چھپ گیا تھا۔

راون اور سیتا ماتا کے باہمی سوال جواب

تمہید

یہ راماؤن کا دلکش سین مرغوب زمانہ ہے
 سری سیتا نے کی رکھنا جو اپنی پارسیا کی
 شراب کو غوث سے ہوا محمود جو راون
 مضامین نصیحت نیز کر کے نظم خوبی سے

یہ عبرت کا فسانہ یا نصیحت کا خزانہ ہے
 اسی سے استری کا دھرم عظمت میں گانہ ہے
 حماقت یہ اسی کی موت کا آخر بہانہ ہے
 کیا زلف سخن میں خوب ہی دہلے شانہ ہے

راون

رام کی فرقت میں سیتا بھڑاری چھوڑنے
 ہوئی ادا دیکھیں میرے در پر روڑو
 ہر بھلائی اس میں کسے اپنی شادی کیے ساتھ
 اب تجھے باقی جو خواہش ہے اُسے پورا کرو

شور و فربہ دو فغان و آہ زاری چھوڑو
 اپنے شوہر کی سب اطاعت گزار رہو
 انتظار اب رام کے ملنے کا پیاری چھوڑو
 تو یہاں سے واپسی کی فکر ساری چھوڑو

سیتا ماتا

تیرے فیض میں آؤنگی ڈھٹائی چھوڑو
 بیجائی خود ستائی خود نہائی چھوڑو

لے ان دونوں خاکسار و تبرہی تخلص کرتا تھا۔ (طالب)

راجی کو کب میں بھولوں تیری غوثِ بیم سے	اودھ افعالی زمانہ کی ادائی چھوڑ دے
موت ہی مجھ کو گوارا بہرِ حفظِ آبرو	استری کیوں کوئی اپنی پارسائی چھوڑ دے
رام جی کا وصل حاصل ہو تمنا ہی رہی	راون اب تو یہ خیال بیجیائی چھوڑ دے

راون

رام ہی کمزور اس سے دل لگانا چھوڑ دے	آرمے پہلو میں اب باتیں بنانا چھوڑ دے
قید جس گلشن میں ہو تو چین سے آرام کر	عاشق جاننا زکا اب دل جلانا چھوڑ دے
مان لے کہنا ہر اور نہ کرو نگاہِ تجھ کو قتل	سہڑ نہ کر یہودہ یہ باتیں سنانا چھوڑ دے
دیکھ پیاری جاگتی ہی خیر اس میں جانگی	جس سے لذت روح کو ہو وہ نہ کھانا چھوڑ دے

سیتا مانا

رام میں طاقت نہیں گر پھر یہ وحشت چھوڑ دے	
موت سے دُڑ ظلم کی اپنے سزا پائے لگا تو پے	کیوں چپ کر مجھ کو لایا تو یہ دلت چھوڑ دے
خواہش بے جا کی کوشش اور شرارت چھوڑ دے	
کرتی ہے ظالم کو غارت پار ساعورت کی آء	
تو ہے مَور کھ اور کھلکا می ہما لنت چھوڑ دے	
قول سے اپنے نہیں ٹلنے کی میلے بد خصال	
خیر ہے اس میں کہ تو یہودہ خصلت چھوڑ دے	

راون

خوب صلو ایں سیراب بیوفانی چھوڑے دیکھ اور آنکھیں لڑا کچھ مسکرا کر بات کر کوہ میں ہوں رام تیرا کاہ سے بھی کہتیں میری دہشت سے لڑتے ہیں بن آسمان	بہتری چاہے اگر اپنی برائی چھوڑے صلح کا موقع ہو اب مجھ سیڑائی چھوڑے اب خیال خام میں بخت آزمائی چھوڑے ہو فحش تو اگر مجھ سافدائی چھوڑے
---	--

سیتا مانا

دور ہو بخت اب سایہ ہمارا چھوڑے تیرے ظلموں کی خبر یا میں کچھ ہو غصہ میرے لگے چل نہیں سکتی تمہاری کوئی چا تیرے ظلم دہر سوا اب ہو تو ابھی تنگ ہیں	کج ادائی سے یہ ابرو کا اشارا چھوڑے سنگدل سختی یہ مثل سنگ خارا چھوڑے کب قضا کی جائے نشان چھپا تمہارا چھوڑے یہ تو اپنی عادت بدلے خود آرا چھوڑے
---	---

راون

ہٹ پے قائم رہ کے توجھ کوستانا چھوڑے میں تو پستار ات دن ہوں صرف تیری یاد میں ہی میاں موجود نہ پورا اور لباس فاخرہ اتنے دن میں نے گزارے اشتیاق و صبر	بچ دغ سے دل مرا غمیں بنانا چھوڑے مجھ سے اے ماہ منور منہ چھپانا چھوڑے کیا حاکم تہی جو تو ایسا خزانہ چھوڑے راجہ کی یاد میں توجہ کو کھانا چھوڑے
---	---

سینا ماتا

میں نہ مانوں ایک بھی نوزشت کاری چھوڑے
 خوف کر پرستی کا بیقرار سی چھوڑے
 توڑ پٹا ہے اگر نکلے گی تیری جان بھی
 نشہ سب ہو گا ہرن یہ بادہ خواری چھوڑے
 مجھ کو کیا پروا ہے تیرے زیور و سامان کی
 جال پھیلانے کی عادت اے سکاری چھوڑے
 جان کی منظور رہی گر خیر تجھ کو بے حیا
 تو یہ بد اخلاقیوں اور بد شعاری چھوڑے

راون

تو ہی میری مجھ سے مل کر بیوفائی چھوڑے
 عیش و عشرت میں بسر کر کے ادائی چھوڑے
 میرے حال زار پر تجھ کو ترس آتا نہیں
 میری خاطر رام کی تو آشنائی چھوڑے
 جاہ و حشمت، شان و شوکت سے بسر کر تو یہاں
 دل سے اس آوارہ کے در کی گدائی چھوڑے

ہو یہ تنہائی کا موقع گرم کر میری بھل
آستانِ رام کی اب جپہ سانی چھوڑے

سیتا مانا

بکیسوں کو تنگ کرنا اور ستانا چھوڑ دے
ماہی بے آب کے دل کا جلانا چھوڑ دے
آئیں گے جب میسے سو امی مار ڈالیں گے تجھے
اس طرح پر استری کا دل دکھانا چھوڑ دے
بھول جائیں رام تجھ میں کویہ ممکن نہیں
ایسی حالت میں مجھے پیٹی پڑھانا چھوڑ دے
کھیل جاؤ گی میں اپنی جان پر یہ یاد رکھ
مجھ سے لے بد ذات تو یہ سوانگ لانا چھوڑ دے

خاتمہ

جانکی دھماکی لٹکا کی جو تقریر ہے
پارسی سورتوں کی کیوں نہو مشہور خلق
پند سے خالی نہیں ہو اور پرتا تیر ہے
ہند میں تمام انہیں سے دھرم کی توفیر ہو
اس کینے کو سزا ملنے میں کب تاخیر ہو
خونگاہ بد سے دیکھ غیر عورت کی طرف

خالی عبرت سے نہیں طالب یہ رانا کاسین
فیضیاب اس نظم سے طبع جوان و پیر ہے

کرشن بھجن

یہ بھجن، نومبر ۱۹۷۶ء کو لکھا گیا تھا۔ اور مندرجہ بالا رامائن کے سین کے ساتھ
ضمیمہ ”دربار“ لکھنؤ میں شائع ہوا۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے رسالہ ”پریم بلاس“
کو جرنالہ میں بھی چھپ گیا تھا۔

مرے کرشن اپنی صورت گرد دکھا دو گے تو کیا ہو گا۔
یہ دل کی بیقراری یوں مٹا دو گے تو کیا ہو گا
کہیں متھرائیں گوکل میں نکل آؤ ذرا کھیلو
صدا مرلی کی تم اپنی سنا دو گے تو کیا ہو گا
تمہارا ہی تصور باعث تسکین راحت ہے
دل اس دنیائے فانی سے ہٹا دو گے تو کیا ہو گا
بہت تم کو ملا ہی دودھ اور مکھن جسودھا سے
ہیں اس میں سے تھوڑا سا پلا دو گے تو کیا ہو گا
تراپدیش سن سن کر یہ تیرے بھکت کہتے ہیں
اگر گرو منتر ہم کو بھی بتا دو گے تو کیا ہو گا

تمہاری یاد کرتا ہی نہیں غافل میں ایسا ہوں
 مجھے اس دام غفلت سے چھڑا دو گے تو کیا ہوگا
 جہاں سے دھرم جب اٹھ جائیگا آنے کا وعدہ ہی
 اب اپنا عدم بھی پیارے نبھا دو گے تو کیا ہوگا
 تمہاری یادیں روتا ہوں ہر دم نند کے لالہ
 دکھا کر شکل طالب کو ہنسا دو گے تو کیا ہوگا

(۱۲)

رامائن کا ایک دناک سین

۱۱۔ مارچ ۱۹۱۷ء - مطبعہ ”سناٹ دھرم پریچارک“ امرتسر

لکھنمن جی مہاراج کا غش ہونا

راوی

بند ہوئی ہویاں کیوں یوں ہیں اس قدر
 کس لیے آہ و بکا اٹھتی ہیں میں اس قدر

مج گیا ہی آج کیوں کہ رام رن میں اس قدر
 کیا ہوا کیونکر ہوا۔ کیسی قیامت لگئی

<p>آج کیوں احوال ہی زندوں کا مروں کے خزاں جن طوف ویکھو الم کا ہو سماں چھایا ہوا برگ گل پر تھا بجا برگ خزاں کا احتمال زخم سے بیہوش لچھمن ہو گئے جنگاہ میں اے فلکات صدمہ ان کے دل کو پہنچا باہر تھا کاش لچھمن تیرے رسلے لگیں کاش سے</p>	<p>کیوں پریشاں ہو رہی ہی جان تن میں اس قدر کیوں الم ہو قلب ہر شمشیر زن میں اس قدر رنگ چھپکا پڑ گیا ہو گا چمن میں اس قدر اس لیے روتے ہیں سب بیت الحزن میں اس قدر رام پر گزرا تھا کیا کم بیچ بن میں اس قدر زندہ ہو کر ڈال دیں اٹل وہ دن میں اس قدر</p>
--	---

لچھمن جی مہاراج کے غش ہونے پر سری راجچندر جی مہاراج کی گریہ وزاری

ہو گئی تجھ پر عدم کی نیند طاری ہائے ہائے
 تجھ کو ہو آرام مجھ کو بے قراری ہائے ہائے
 چاند سا کھڑا دکھا یہ منہ چھپا نا کس لیے؟
 کیوں اکیلا چل دیا منزل ہی بھاری ہائے ہائے
 ہائے لوٹو نگا جد صیا کو میں کیا تیرے بغیر؟
 کیا وہاں جا کر اٹھاؤں شرمساری ہائے ہائے

حال کیا ہوگا ستمگر جدائی میں تیری
 منتظر آنے کی تیرے وہ پیاری ہائی ہائے
 تھی تیرے ہی زور بازو پر رہائی کی امید
 زندہ مرجائے گی اب سیتا ہماری ہائی ہائے
 دیکھ پیارے کس طرح ہوں شبتیں میں کر رہا
 کیا ہوئی بھائی تیری الفت شکاری ہائی ہائے
 میری جانب سے تیرے کان کیوں بہرے ہوئے
 تو نہیں سنتا جو میری آہ و زاری ہائے ہائے
 کون راون کا کرنگا خاتمہ اب جان من
 سو گیا ہو مست تو اے دہشت دھاری ہائی ہائے
 تیرے جینے سے علاج درد دل کچھ ہو تو ہو
 ورنہ ہو کیوں کر یہ اچھا زخم کاری ہائی ہائے
 دل میں آتا ہو کہیں چلوں میں کپڑی بھاڑ کر
 یاد جب آتی ہو تیری غمگساری ہائی ہائے
 توجھ اٹھ بیٹھے تو دشمن اپنے سب ناپو دہوں
 شیخی ان کی کر کری ہو جاؤ ساری ہائی ہائے
 تجھ سے پہلے مجھ کو مزا چاہیے تھا جان من
 لگیا ہو پیارے تیری میری باری ہائے ہائے

تیر و ترکش دست و بازو ہو گئے سب بیوفا
 ایک نے بھی کی نہ میری آہ یا باری ہائے
 پریم سے بھائی کے چھن دل تر البریز تھا
 ہو گیا کیا ایک دم الفت سے عاری ہائے؟
 دھرم پنی کی جدائی تھی مجھے سو ہاں روح
 کھب گئی سینے میں یہ اور اک گٹاری ہائے
 میں نہ جیتا رہ سکوں گا ایک دم تیرے بغیر
 دیکھ لینا تو بھی میری جاں سپاری ہائے
 ایسی بزاری ہو کیا جو بات تک کرتا نہیں؟
 کیا یہی پیارے ہی شہر و دستداری ہائے؟
 یوں کریں آرام چھن سُرگ میں سکھ چین سے
 رام بے آرام ہو مشغول زاری ہائے
 او کماندار قضا کیا تیر تھا میرے لیے؟
 کیوں پسند آئی تمہیں یہ میری خواری ہائے؟
 یوم پرے تک رہیں گی میری آنکھیں اشک نیر
 سرگ میں بھی سیل اشکوں کے ہوں جاری ہائے
 راولن ملعون اب تو دل ہے ٹھنڈا نیرا
 چل گئی سینے پر میرے غم کی آری ہائے

بھائی چھمن سامے اور میں بھی چیتا رہوں
 حق میں میرے کیا ہوا یہ قبر باری ہائے ۹
 تو ہی ہوتا پاس میرے آج کے دن کا شکار
 اے بھرت چھمن پہ کرتے مل کے زاری ہائے
 تم بھی چھمن کی حفاظت میں رہے قاصر ہوا
 بھول بیٹھے اپنی ساری ہوشیاری ہائے
 سچ ہو دکھ سنکٹ میں کوئی شافعی تیاہو ساتھ
 دیتے جلتے ہیں دفعا سب باری باری ہائے
 ایک ایک کر کے بھی گول دشمنوں کو مار لوں
 ہو نہیں سکتی تلافی اس کی ساری ہائے
 رخصت اے سگر اپنے ملک میں جا کر ہو
 ساتھ میں دیتا جو ہوتا طعہ باری ہائے
 جاموخت اور دستوں کو بھی میں کہہ دوں غیر باد
 بند ہوگی جنگ جو اب تک تھی جاری ہائے
 اک چٹاسی شعلہ زن سینہ کے اندر ہی مے
 کب مجھا سکتی ہو اس کو اشک باری ہائے
 ہو گا کیا گرجان بھی دیدوں میں تیرے ہجر میں
 مر کے بھی ہوگی نہ کم یہ سو گوارہی ہائے

سری راجندر جی مہاراج کی گریہ وزاری پر بھیسکین کی تسلی و تشفی

<p>اور زباں پر اس کے پیہم ہو صد ایسے غم کیجئے ہرگز لب کو آتش لے بیچ و غم کیا سبب ہو کیوں بر طبعی ہوا شتائے بیچ و غم وہ کروندہ بیرٹھے جس سے پای بیچ و غم چاک کرنی چاہیے اب تو قبا کی بیچ و غم دسے کے امرت جو کرے اس کا انداز بیچ و غم نام سوکھیں ہی کر گیا وہ دولے بیچ و غم نیرے لب پر واہ وا ہو گی بچلے بیچ و غم</p>	<p>کیا غضب ہی رام ہو یوں مبتلائے بیچ و غم بحر غم طے ہوتا مارے لاکھ کوئی ہاتھ یا نو گر گئی دل اور جگر کی چٹ مگر سیری نہیں رونے دھونے سو تو چھین زندہ ہو سکتا نہیں کبت پہنچتا ہے تن عریاں کو ماتم کا لباس وید ہولائے کوئی اس کو بلانا چاہیے ایک شاہی وید لکھا میں بڑا مشہور ہی دیکھ لینا پائینکے چھین وہ بارہ زندگی</p>
--	---

خاتمہ

<p>ہاں مگر مہر بردار کا اُسے آزار ہی قابل تقلید ہے شک رام کا اوتار ہی آج کل تو باپ بیٹے میں نہ باہم پیار ہی بحر ہستی سے ہلشاک اس کا بیڑا پار ہی</p>	<p>زندگی سے رام اپنی آج کیوں بیزار ہی؟ ہند کے اے نوجوانو تم بھی لو اس سے سبق ہیں کہاں ایسے بردار اور ایفنت کہاں رام کے نقش قدم پر چو چلا لے بھائیو</p>
---	--

دو پریشانی سے جو نفرت کا دھبہ کر چکا طوقِ الفت کون پہنیکا کہ عفتا ہو گیا رام کے قدموں پہ سر رکھ پائیکا تقاریر	سرخروئی کا اسی کے ریب گردن ہا رہی بھائیوں میں اب تو چلتی ہر طرف تلوار رہی رام اپنا یا رہی دلبر کی اور دلدار رہی
---	---

ہاں دیسے رام کی طالب کا پیر ابھی ہو چکا بیکسوں کا ہر دو عالم میں وہی غنچا رہی	
--	--

مبارک تیو ہار شیور اتری

۳۲ فروری ۱۹۱۶ء مطبوعہ سنا تن دھرم پریچارک امرتسر	
غور سے سینے کا صبا آج کیا کہنی کو ہوں اپنے مضمون کو کہوں گا آپ میں دشمن سدا آج ہی مضمون میں کیا نور معنی کی جھلک منتظر کیوں ہی صدر لے نا تو لیلی کا قیس واہ وا گیا آج ہی خوش مسرت دہریں	تم سے میں اک داستانِ غم زدا کہنے کو ہوں صفی کو لوحِ دل اہل صفا کہنے کو ہوں خیر مقدم تجھ کو اے طبع رسا کہنے کو ہوں میں صبرِ خامہ کو بانگِ درا کہنے کو ہوں اہل عالم کی ادا کو دل ربا کہنے کو ہوں

جلوہ نور ازل دیدم دل من تشار شد در شب تاریک ویران خانہ ام آباد شد	
--	--

آئی ہو شیور اتری لے جو سم سراسر اسلام سبزہ نکلا ہی زمیں سے اوٹھ کر دشا کفر عیش و عشرت کا سماں آتا ہی ہر جانب نظر	جو ہار جانفزا کا پیش خمیہ ہی مدام سرو قد کرنے لگے اطرافِ بستاں خیم اس مبارک وقت میں ہی بیخ و غم قطعاً حرام
--	--

اس طرح آئی ہیں کلیاں سیرِ بستان کے لیے	جس طرح جاؤ دہن سسرال با صدِ حترام
رقص کرتے آئے ہیں کیا نازنینانِ چمن	ہو رہا ہو اس لیل کے لیے کیا احتشام

ایں مسرت و کھفتِ قابلِ صدا ہست	فرخاے دوستانِ وقتِ مبارکِ ہست
--------------------------------	-------------------------------

اے حجابِ چشمِ تجھ پر کج میں قزباں ہوا	تیرے اٹھنے سے ہی میرے درد کا دواں ہوا
وہ محیطِ کل مرا خالِ سویدا بن گیا	کبیلہ دل میں بطورِ عالمِ امکان ہوا
دیدہ دنیا میں بتلی کی طرح وہ کھب گیا	ذرے ذرے میں بطورِ قدرتِ نیرِ دواں ہوا
عالمِ کثرت میں اپنی شانِ وحدتِ سوا	جلوہ گر کون و مکان میں آج وہ جاناں ہوا
کم نہیں تسبیح سے میرے لیے انکوں کا نال	پنچہ ترگاں مثالِ پنچہ مرجاں ہوا

طالبِ محجور از وصلش چرا شد بقرار	نشہ چوں نالِ چورہ دستِ آبِ خوشگوار
----------------------------------	------------------------------------

مرثیہ

مرثیہ بر وفاتِ حسرتِ آیاتِ بندتِ نریند زنا تھو صبا
 کول ایم اے ریونیو ممبر سٹیٹ کونسل ریاست جموں و کشمیر

۵ جنوری ۱۸۶۲ء کو سٹیٹ کونسل ریاست جہوں و کشمیر کے ہر دلعزیز ریونیو
 ممبر پینڈت نریندر ناتھ صاحب کول ایم۔ اے این شباب میں بیمار تھے
 جو اسیر چند روز کی تکلیف میں مبتلا ہو کر اس عالم فانی سے رحلت کر گئے۔ پینڈت
 صاحب سرگیاشی کو ریونیو ممبری کا چارج اس وقت دیا گیا تھا جبکہ اس عہدے
 کی حالت نہایت نازک تھی۔ قریب قریب تمام افسر ملک کی تمدنی۔ اور
 معاشرتی حالت کے سنبھالنے میں عاجز آ گئے تھے۔ باشندگان ریاست شالی
 اور دیگر اشیاء کی ناقابل برداشت گرانی کی وجہ سے سخت تکلیف و مصیبت
 میں گرفتار تھے۔ شالی کے قحط و زحاص کر غلہ داروں کی بددیتی اور طمع سے
 اس کی قیمت فی خروار سترہ اٹھارہ روپے تک پہنچ گئی تھی۔ لوگ بھوکے
 مارے مر رہے تھے۔ ایسی حالت میں آپ کا بعدہ مشیر مالی تعزیر ہونا جہاں
 لوگوں کے لیے کتنا مفید ثابت ہوا۔ محتاج بیان نہیں۔ آپ نے اپنی لیاقت
 مسلمہ اور خدا داد ذہانت و قابلیت جلیبہ کی بدولت لوگوں کی خاطر کس قدر
 جانفشانی اور غریزی سے کام کیا۔ کسی سے پوشیدہ نہیں شالی کا انتظام
 سرکاری طور پر ہاتھ میں لیا۔ اور غلہ داروں و دیگر ضرورساں لوگوں کی غیر
 وابھی کاروائیوں کا مناسب اسناد و کر کے ملک کو نہال کر دیا۔ قیمت فی
 خروار بجائے اٹھارہ روپیے کے پانچ روپیہ مقرر کر دی اور اس طرح رعایا اپنے
 آپ کو سنبھالنے کے قابل ہو گئی۔ بلکہ خایغ البانی سے دزدگی مہر کرنے لگی۔
 ان کی ہر دلعزیزی کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ ان کی وفات
 پر گویا ہندو کیا مسلمان کیا مرد کو عورت ہر فرد و بشر آہ و زاری اور اشکباری

میں مصروف تھا۔ ان کی بے وقت وفات سے ریاست گوجرانوٹہ عظیم
 ہوا جس کی تلافی ہونی مشکل ہے۔ اور باشندگان کشمیر تو اس کے نعم البدل
 پانے کے بمثل متفقہ ہیں۔ یہاں کے صاحبان انگریز کو بھی مرحوم کی اعلیٰ داعی
 اور قابلیت نے ان کا مداح اور گرویدہ بنا رکھا تھا۔ بلکہ انھیں کی تحریک سے
 وسیع پیمانے پر ترنیدر ناتھ میموریل فنڈ قائم کیا گیا۔ اس غرض کے لیے
 ان کی وفات کے چند روز بعد۔ سی۔ ایس۔ ایم۔ ہائی سکول سرہی نگر میں
 ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ حاضرین کی تعداد قریب پانچ ہزار کے تھی۔ اس جلسہ
 میں علاوہ مذکورہ بالا مقصد کے مرحوم کی بے وقت موت پر اظہار حسرت اور
 افسوس کیا گیا۔ خاکسار سے بھی اس موقع پر ایک نظم لکھنے کی فرمائش ہوئی۔
 چونکہ راقم بھی ایسے نیک دل۔ محب وطن اور فیائے ملک کی موت سے
 متاثر ہوا تھا۔ جلسے کے منعقد کیے جانے سے پہلے ہی یعنی ان کے وفات پانچ پر
 ذیل کا مسدس لکھا تھا اس کو پڑھ کر سنایا۔ اس سے جو وقت کی حالت راقم پر
 اور اکثر حاضرین پر طاری ہوئی۔ وہ خاکسار کے صفحہ خاطر سے طبعی محال نظر آتی
 ہے۔ یہ مسدس انہی دنوں میں ایک لیفلٹ کی صورت میں شائع ہو کر ہاتھوں
 ہاتھ تقسیم ہوا تھا اور اخبار عام لاہور میں بھی شائع ہوا تھا۔

کرام کس کی موت پر یکسو پڑا ہے آج مرنے پر کس کے ہو رہا غم جا بجا ہے آج	کشمیر کیوں بنا ہوا ماتم سہرا ہے آج ہستی کا کس کی ہلے نشا امیٹ گیا ہے آج
--	--

<p>چھوٹا ہی ہم سے کون کہہ چھوٹا ہی آج ! رہ رہ کے کس کا نام گلا گھوٹتا ہی آج !</p>	
<p>منظر تمام عیش کا کیوں غم فزا ہوا ! ہی بکسی میں کون یہ ہم سے جرا ہوا !</p>	<p>ہاں غیر آج اتنی یہ کیسا ہوا ! گیوں در وابتدا کا غم اتنا ہوا !</p>
<p>چھایا یہ ابر غم کا جو زویک و دور ہی کشمیر کا ہر ایک بشرنا صبور ہی</p>	
<p>آنکھوں سے خون جاری ہو سنبہ بھی چاک ! دوزخ سے آج کم نہیں یہ خلد پاک ہی</p>	<p>کیوں ہر بشر کا حال یہاں دردناک ہی ! بکھرے ہوئے ہیں بال پڑی سر پہ خاک ہی</p>
<p>آنکھوں سے دور کس کی ہوئی شکل دلنیز دیکھو جسے دور دور غم و رنج میں اسیر</p>	
<p>کیا چل بسے ملک کا عجز ارہائے ! کون اٹھ گیا ہی حامی سرکارہائے !</p>	<p>سُنسناں کیوں ہیں فربز و بازارہائے ! تھی کس کے دم سے رونق و ربارہائے !</p>
<p>کس کے فراق نے ہمیں مارا ہی دوستو ! ماتی بتاؤ کس کا سہارا ہی دوستو !</p>	
<p>مشکل کشا و پیش رو راہ کا شمشیر سمجھا تھا آسماں بھی جسے راہ کا شمشیر</p>	<p>وہ فاضل زمانہ ہی نہ راہ کا شمشیر اعلیٰ و ذلیل و متبسم شاہ کا شمشیر</p>
<p>بیوقت پائے اس کا یہ مزا ستم ہوا جیتے جی جان دینے سے بڑھ کر یہ غم ہوا</p>	

دہ اہل ہوش دروسے بیہوش ہو گیا	آئی خبر کہ تنع سا خاموش ہو گیا
افسوس فخر قوم کفن پوش ہو گیا	آج اک عزیز بار سر دوش ہو گیا
پیوند خاک دل کا ہر ارمان ہو گیا	
خس گھر پہ جاں کھپائی تھی ویران ہو گیا	
کہتے تھے جس کو قوم کا شہید دیکھنا	رضعت ہوا وہ صاحب اعزاز دیکھنا
طربو بجائے چرخ فصول ساز دیکھنا	کشتیر یوں کا طالع ناساز دیکھنا
ظلم شدید طبع پہ ہو کیوں گراں نہیں؟	
باقی وہ اب زمیں نہیں وہ آسمان نہیں	
سینے میں دل۔ دلوں میں رہی آرہی نہیں	آنکھوں کو دیدار کی بھی جستجو نہیں
باقی وہ قوم کی رہی اب آبرو نہیں	جب تو ہی اس جہان میں گم نہ ہو نہیں
تیری وفات کس کے لیے وجہ غم نہیں؟	
بیچ پوچھیے تو قوم کے مرنے سے کم نہیں	
ہیبا کر گیا تجھ سا بھی کوئی زمانہ کیا؟	سننے رہیں گے قوم کا آخر زمانہ کیا؟
ہم کو یہ تیر غم کا ہوائے نشاندہ کیا؟	اے ولے آفتوں پہ یہ پھرتا زمانہ کیا؟
ہلکوں میں گر رہا ہے ہیں درو بہ قرار	
دل ہو چکا ہے تیر حوادث کا شکار	
دن رات تو گنارہا شالی کے کام میں	دن رات آگیا کرو یا شالی کے کام میں
ہر دلعزیز تو ہوا شالی کے کام میں	الفصہ کام آگیا شالی کے کام میں

مٹے جھنڈے فتنہ گرد وہ بھی رو سی ہوئے آخر ذلیل و نوار بہت بے شائبہ ہوئے	
دنیا میں بے نظیر وہ تحریر تھی تری تجوید ایسی گوہر کہ نفیر تھی تری	عالم میں لا جواب وہ تقریر تھی تری رہے رزیں سے کم نہیں ہر پیر تھی تری
تھا مسئلہ وہ کون سا جس پر نہ تھا جواب ہو وقت داغ و گیا تو ہائے ذی شعور	
وہ آنکھ کیا ہوئی وہ مروت کدھر گئی؟ حب وطن کی ہائے ود غیرت کدھر گئی؟	لے نا خدائے قوم وہ الفت کدھر گئی؟ دہ جوش کیا ہوا وہ حمیت کدھر گئی؟
چھوڑ تھا کہ موت سے کچھ بس نہ چل سکا باہر نہ حکم حق سے تو شاید نکل سکا	
جھٹکتے تھے ہونٹوں پر یہ بار بار کیا جا گزرا یہ سانحہ ہر صد ہزار جھٹ	ہم غیبیوں کا تیری کریں کیا شہا جھٹ ہر چشم اشکبار تو دل ہی ترار جھٹ
طالب مکر زگریہ بہ مطاوب کے رسد چل بانصیب ماست ہما نوب کے رسد	
نوحۃ طالب بناری	
۱۰ فروری ۱۹۷۱ء میں نشی سرور سنگھ صاحب مفتوں بکھنوی کا	

ایک گرامی نامہ موصول ہوا جس میں انہوں نے منشی و نایک پرشاد صاحب طالب بنارس سرگباشی کی سوانح عمری قلمبند کرنے کا اظہار کیا تھا اور خاکسار سے اس کتاب کے لیے مرحوم کی وفات پر ایک منظوم نوحہ طلب فرمایا تھا راقم کو اگرچہ طالب مرحوم کے ساتھ کوئی ذاتی تعارف یا شناسائی نہ تھی تاہم ان سے غائبانہ تعلقات ضرور تھے۔ مرحوم راقم کے ہم عصر اور ہم فن و نیز ہم نام تھے۔ اکثر رسائل و اخبارات میں ان کے اور بندہ کے مضامین ساتھ ساتھ شائع ہوتے رہے ہیں۔ مفتوں صاحب کے ارشاد پر ذیل کا نوحہ لکھ کر ان کے پاس بھیج دیا تھا۔

دل گرفتہ تھا البتہ تھی بڑھال
پاس آ کر یہ کیا اس نے سوال
عز و آتش کیوں اور پرال
ہو گئی کیوں زندگی تجھ کو وبال
کون مجھ سے کر رہا تھا یہ مثال
کون نکھایہ نیر غواہ و خوشحال
آگیا تب مجھ پہ غالب الغال

پھر رہا تھا ایک دن پرستہ حال
دوسے دیکھا کہ آتا ہی کوئی
کیا ہوا یہ تجھ کو لے یا ر عزیز
کیوں ہو تو آوارہ و دشت الم
تھا میرا سیمہ نہ تھا دیر تک
کھول کر جب آنکھ دیکھا تو کھلا
دم میں وہ شمشیر مجھے آئے نظر

لے میرے گرامی نذر دوست بندت شمعونا تھے صاحب دربی۔ اے۔ ایل ال۔ بی
سے مراد ہی (طالب)

مجھ کو یارِ عزیز از بس مال
 آہ کیا تم سے کہوں صامد مال
 کر گیا دنیا سے وہ اب انتقال
 خوش ہو وہ شاعر شیریں حال
 ہند میں تھا بیل و بے مثال
 جادرت شعر و سخن تازہ خیال
 تشریں حال کی صیت لازوال
 وجہ میں آتے تھے ساری اہل حال
 جب ہو اس قبیاسے اس کا انتقال
 بعد مدت جن کا ہو گا اندمال
 کہتے سنج آتے نظر ہیں خال خال
 مٹھیں سب ہو گئیں خواب خیال
 مٹ گئے روی سخن کے خط و خال
 اس لیے غم سے ہوا ہوں پامال
 گویا ہے آپ کا غم حسب حال
 چل سکا ہے کتب خانے کوئی چال

چونک اٹھا اور کہا کہنا معاف
 کچھ نہ پوچھو باعثِ حسرت ہی کیا
 تھا ہمارا ہند میں ہمنام ایک
 کہتے سنج و ماہر فن سخن
 ناظمِ جاد و رقم۔ مانگ نکار
 پیش پا افتادہ تھے اس کے لیے
 نظم میں ثابت کیا زورِ قلم
 قالِ موزوں اس کا سن پتے خوب
 کیوں نہ ہوا فوس کا اظہارِ حیف
 زخم کھلے وہ تن اشعار نے
 اٹھتے جاتے ہیں کبھی اہلِ قلم
 اب کہاں علم و ادب کی صحبتیں
 اگلی سب رونقِ بزمِ ادب
 اس لیے افسوس آتا ہے مجھے
 سن کے میرے دوست کہنے لگے
 آدمی مجبور ہے اس موت سے

اہ ہمنام سے مطلب ہم تنہا ہو یعنی جو ہم نشی صاحب بھی طالب ہی تخلص کرتے تھے
 (طالب)

کلم حق برحق ہوا اور باقی فنا	انشا پر سا ہو بے قیل و قال
لو حطالت سے کیا طالت لے	ایک دن ہو گا یہی سب کا مال
<h1>منصرف</h1>	
(۱)	
<h2>کسی کی یاد میں</h2>	
<p>یہ نظم اصلی واقعہ کے تقریباً تین ماہ بعد ۲۷ ستمبر ۱۹۱۵ء کو نہایت بے قراری اور اضطراب کے عالم میں لکھی گئی۔ اس کی سرخی اوّل "یاد مرحومہ" تجویز ہوئی تھی جو سنمون کے اعتبار سے زیادہ موزوں تھی۔ اس نظم میں قریب قریب وہی رنگ ہے جو انگریزی زبان کے مشہور شاعر جان ملٹن کی نظم "سی ڈاس" میں پایا جاتا ہے۔ اس نظم کے متعلق اُستاد نامہ ار نے یہ فرمایا تھا کہ یہ دل سے نکلی ہوئی ہے اور اس میں کچھ رد و بدل کرنا مدخلت جیسا بلکہ اس پاک یادگار کی تہنیں کرنی ہو۔ اس کا کسی اخبار یا رسالے میں چھپوانا مناسب نہ سمجھا گیا۔</p>	

بعدِ بدت چھڑتا ہوں اک پُرانی داستان
 داغِ لمبے دل کو بھر کر تا ہوں اپنے گلشنِ ادا
 بھر گیا پیسا نہ اک دن میرے صبر و ضبط کا
 پھوٹ نکلے ڈنڈ بانی آنکھ سے اشکِ ادا
 کچھ دنوں سے تھا طبیعت کو نہ میں خونِ مال
 اور ماتم خانہ آتا تھا نظر سارا جہاں
 یہ دلِ غمگین مراقب تھا کسی کی یاد میں
 اور خاموشی بنی تھی حال کی گویا زباں
 خونِ حسرت یوں ٹپکتا قلبِ مضطرب سے میرے
 تھوڑے پتھر سے جس طرح عکسِ ارغوان
 تھے لبِ اظہار خاموشی سے میری بلبلہ گر
 زعفران کی بوئے خوش جیسے یکشتِ عفران
 تھا ہجومِ یاس و حسرت اس دلِ پُر درد میں
 آہ اُٹھتی تھی جگر سے جیسے گلشن سے دھواں
 ایسے عالم میں نہ تھا کچھ سوچتا ہرگز مجھے
 تھا کسی کے ہجر میں بیزارِ قلبِ ناتواں
 تھا نہ دم بھر کو بھی حاصلِ محبہ کو کچھ صبر و سدا
 جی بھجا جاتا تھا میرا تھے سُلگے استخوان

محو حیرت ہو کے میں اک نقش بردوار تھا
 کر چکا گویا تھا خاکستر مجھے سوزِ نہاں
 ایسی حالت میں تھے بستر کے سبب میں جوش
 تھی زبانِ حال واقف دردِ دل تھا ہنزاں
 بارِ غم سے تنگ آ کر شام سی ہی سورما
 تاکر چھائے سوزِ خاطر پر خموشی کا سماں
 بسترِ غم پر کبھی مضطر کبھی مہوش تھا
 ہو گئی جب مجھ پر طاری حالتِ خوابِ گماں
 عالمِ رویا میں وہ صورت نظر آئی مجھے
 میں بھی ہوتا تھا جس کے درشنوں کی شادیاں

فوطِ دل داری سے وہ گویا ہوئی پھر اس طرح
 با وفا معشوق ہو کر مر تکلم جس طرح

<p>پھنچ لایا ہم کو فوراً آپ کی سرکاری حالِ دل کرنا عیاں ہو یہ وہ گفتاریں تھیں نیا روزِ ناز کی باتیں محبت یا میں جب نہ دل اپنے پھنسنے تھی معرضِ افکار میں نطقِ کا دیوی سے بھی آئینِ جو اطام میں تھے نسیم و عیش میں اور گاہِ شالام میں تھیں انگلیں یوں دلوں میں جیسے گلِ گلزار میں</p>	<p>آج وہ نقشہ پھرا، چشمِ دریا باریں آج کچھ شکر و شکایت کا ہی موقع آپ سے یاد ہیں کیا آپ کو وہ دن کہ با صد شیناق جب ہم دنیا کے جھگڑوں اور جھگڑاؤں میں جب اشاروں میں ہم باتیں وہ باتیں بھی پھنسنے جاتی تھی گاہے الفتِ باغِ نشاۃ آہ! وہ دن کیا ہوئے جب مجھ پر تو قرآن تھا</p>
--	---

<p>لطف تھا سو شستی کا جب میری تکرار میں امین اور کلیان پیدا ہر نفس کے تار میں پھول تھا دامنِ راحت کا نہ اچھا خراب مشہر تھا جوشِ الفت کو چہ دہانہ میں سیرِ بچوں کی تھے ہم ترسے ہوئے روز میں فائدہ ہی کیا ہی لیکن بس نرے آبِ اظہار میں کیا سنائیں حالِ دل دم ہی کہاں گنتار میں</p>	<p>باعث تسکین خاطر جب کہ تھا تیرا کلام ساز تھا ہم کو نہ زیر و ہم سے عالم کے کہ تھا روشناسی تک نہ تھی ہم کو عروسِ مرگ سے تھا ہمارا اتفاقِ باہم ضربِ المثل ہستے تھے ہم کو کمانِ گمراہی سے ہمراہ گرچہ ہو طواریک نہ ہو مختصرے جان میں ہی ہمارا لفظ ہر اک دوستانِ پُر اہم</p>
--	--

الغرض گفتارِ اس کی دیر تک سنتا رہا
 یاد کر کے میں بھی وہ دن اپنا سر دھنتا رہا

اس طرف سے رازِ دل یوں ہو چکا جیسا آشکار
 میں بھی یوں گویا ہوا اس سے بطریقِ اختصار
 آہ! اے عصمت کی دیوی آہ! اے الفتِ شمع
 تو کئی جیب سے میں کھو بیٹھا ہوں سب ہوش و قرار
 میں تیرا تھا اور تو میری تھی دل سے غمگسار
 تو میری شہدائی تھی میں تجھ پہ تھا جالِ شمار
 یہ نہ تھا جانے کا وقت اے مونسِ جانِ عزیز
 کیوں نہ ہوں آنکھیں مری ہجران میں تیرے اشکبار
 تیری فرقت میں گریباں گیر ہی دوستِ اجل
 خارجِ وحشت سے ہی یہ دامنِ مہستی ہمارا تار

گو نہیں پیش نظر وہ موہنی مورت تری
 داغ دل سے ہی ترانہِ محبت آشکار
 رنج میں راحت میں تھی ہر حال میں میری شریک
 تیری تسکین سے تھی میری ہمت دل استوار
 جب کبھی تو لطف سے ہوتی تھی گرم لنگو
 پھول جھڑتے تھے تری ہر بات کے گلزار
 حسنِ صورت سے کہیں بڑھ چڑھ کے تھا حسنِ عمل
 عصمت و عفت میں تھی توجائی کی یادگار
 پاک تھا آئینہ دل تیرا عکسِ کینہ سے
 تھانہ دامنِ زباں الفاظِ بد سے داغدار
 پس کر شرم دیا تھی تو سراپا جانِ من
 تھی شہیدِ حق ترے نقشِ چہیں سے آشکار
 تھا نورِ کلبہ دل تجھ سے میرا شمعِ رو
 تیرے حسنِ خلق پر صدقہ تھا میں پر دانہ دار
 جب کبھی پاتی تھی مجھ کو بتلائے رنج و غم
 دیکھ کر یہ حال ہو جاتی تھی از بس بیقرار
 سیکھتے تھے غیر تک تجھ سے اطاعت کا سبق
 تھی دل و جاں سے پتی کی اپنے تو خدا متکرار

آتما کہنے پر نہ جب میری تسلی ہو گئی
اس طرح گویا زباں پر بھیسے دل کی ہو گئی

مجھ پہ لے دیو ہی ہو میرے دل کی حالت آشکار
تیرے جاتے ہی زمانہ ہو گیا تاریک و تار
سبیلِ خوں جاری ہو اب آنکھوں کے چشموں سے مے
کام چور و غن کا دیتا ہو بنا بر شملہ بار
آہ! یہ سینہ مرا کیوں پھٹ نہ جائے درو سے
یاد جب اوصاف آتے ہیں ترے لے دوست دار
جب اذیے چین باقی تھی تو مجھ کو لے شفیق
آپ ہو جاتی تھی بے چین اور مضطرے قرار
قابلِ تعریف تھی شوہر پرستی کی ادا
فرض کی تکمیل میں تھی انتخابِ روزگار
مرحبا ہے ضبط و خوش خلقی کی دیوی رحبا
خوف کھا تا غصہ کادو تجھ سے بار بار
خوشق صادق کا پڑھایا انتخاب مجھے تو نے سبق
تجھ سے ہی پایہ مری ہستی کا انتخاب اقتدار
غیر بھر تو نے اٹھائے رنج و کد میرے لیے
بھول کر بھی پہلوئے راحت نہ دیکھا ایک بار

محنت تو میری اہم صاوق، رفیق و دوست
 جب سے بچپنی بوجھ ہی تجھ پر جانتا مستعار
 بڑھ کے تھے سیم و طلا سے زیور اوصاف نیک
 طوق سے اچھے تھے کیا تیرے وہ خوش خلقی کے بار
 عالم ارواح میں بھی واء اے جنت کی حور
 بھول سکتی ہے نہ تیری روح مجھ کو زینہ سار
 رکھ لیتیں تو بھی میں اے دیوی نہ بھولونگا تجھے
 دل کے مندر میں رہی تیری صورت برقرار
 قیدِ مہستی میں نہیں سینے کی اب باقی ہوس
 کیا کروں مجبور بیٹھا ہوں یہاں بے اختیار
 اس سے زائد اور کیا طالب کرے اکھار غم
 شعریہ استاد کا دردِ دباں ہے بار بار

چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
 دنیا ک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

صبر

مارچ ۱۹۱۷ء کو پروفیسر جی۔ این۔ داس صاحب۔ ایم۔ اے کی طرف سے راقم کو ایشیا کے ملک اشعرا جناب راہنڈ ناتھ صاحب ٹیکو کی مشہور تصنیف "گیتا نخلی" کی تین نظمیں اردو میں ترجمہ کر کے کایا ہوا۔ نیاز مندان ڈائن سکندریہ کا اس میں پڑھتا تھا اور امتحان منشی عالم کی تیاری میں مصروف تھا۔ ہندو وار وی میں تینوں نظموں کا ترجمہ کیا اور ان کی خدمت میں یہ مترجمہ نظمیں پیش کیں پروفیسر صاحب نے ان کو پسند فرمایا اور جن مطلب کے لیے ان کو درکار تھیں کارآمد ہو نیکا نظر کیا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ، لانا نیاز صاحب فخری نے "گیتا نخلی" کا پورا ترجمہ اردو میں شائع کیا ہے جو قابلِ دید ہے۔ چونکہ جو رد و قوافی، روایت اور دیگر باتدیوں کی قیود کی وجہ سے ایک زبان کی نظم کا ترجمہ دوسری زبان کی نظم میں کرنا مشکل ہو جاتا ہے مجھے اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مولانا موصوف کا ترجمہ بہتر و برتر ہے۔ یہاں یہ تینوں نظمیں سلسلہ وار درج کی جاتی ہیں۔

مری ماتا ڈلاسے کی سواری گھر سے گزری ہے
کھس پر اس کی رختہ کے کیا کرن سوچ کی کھری ہو

چھپا کر منہ کو گھونکھٹ میں کھڑی تھی گھر کی کھڑکی پر
 نظارہ ہو گیا قسمت سے اس کھڑے کابینہ م بھر
 نہ پوچھو کیا ہوا پھر کیا بستاؤں اپنی ماتا کو
 ملایا اس کی خاک رہ میں دل کی رتن ملا کو
 تجھے اے میری ماں یہ حال سن کر کیا چنہا ہو؟
 پیچپ سی لگ گئی ہو کیوں تجھے اس کا سبب کیا ہو؟
 کسی نے ہار وہ میرا نہیں اب تک اٹھایا ہے
 اسے بہنوں نے توڑا اور مٹی میں ملیا ہے
 ہو باقی لیک بس تجھ کی نہیں ہو خاک میں کچھ بھی
 نہیں جریاں وحسرت خاطر غناک میں کچھ بھی
 دیا کیا میں نے اور کس کو دیا کیا تہ کر اس کا؟
 رہے گا خاک کے نیچے چھپا داکم پتا اس کا
 سواری اس دلا رے کی جو میرے گھر کیوں گزری
 پٹھا اور کیا نہ اس پر رتن ملا دل کی میں کرتی؟

(۳)

شاہی بھکاری

~~*

گھر سے میں بچ کر نکلے تھی در بدر ایک گاؤں میں جو میرا بچا یکم ہوا گدا

آئی دور سے تری سونے کی رتھ نظر
 نظریہ میں نے دیکھا تو حیران رہ گئی
 میری امیدیں ٹھہ گئیں گویا تھی شاو کا
 بے مانگے میں کھڑی رہی خیرات کے لئے
 رتھ تیری ٹھہری میں تھی جہاں بڑھڑی
 سمجھی تھی میں کہ میرا بھی جاگا نصیب
 پھرتے پتے ہاتھ کو باہر کال کو
 تیرا یہ بھیباک مانگنا ایسے فقیروں سے
 آخر ہنسی خول کا کیا اشتیاق تھا
 حیرت کی میری اس گھڑی کچھ انتہائی
 تب میں نے اپنی جھولی بیٹی الی جو اک نظر
 حیرت ہے سخت کیا کیا کہوں کس طرح
 جھولی جو جھاڑی شام کو تو یہ پتہ چلا
 رونے لگی میں دیکھ کے یہ حال زار زار

اک شائد راجہ کو تھا گویا کہ جلوہ گر
 راجوں کا راجہ کون تھا آخر تھا کوئی؟
 سوچی بڑے دن اپنے مگر ہو گئے تمام
 دولت کی خاطر اور مدد رات کے لئے
 اور تو اتر پڑا جو نہی مجھ پر نظر پڑی
 بن جائیگی امیر یہ بندی غریب آج
 فرمایا لاوے پاس تو رکھتی ہو کچھ اگر
 امید رکھتی ایسے غموں کے اسیر سے
 یہ دل لگی تھی یا کوئی شاہی مانتی تھا
 تھی بے حواس اور طبیعت رسا نہ تھی
 تھا اس میں غلہ دانہ دیا اک کال کر
 حیرانی ہو رہی ہو مری و مبہم سوا
 سونے کا ٹکڑا ہو وہاں دانہ جالی تھا
 اے کاش تجھ کو سب ہی دے سکتی لیکن

مبارک وقت

مری ماما وہ راجا کا دل آج آئے گا
 گزرا کر سامنے سوا اب ہا بڑی گھر کے جائے گا

<p> رہوں منول گھر میں کیوں رہی یہ کاوتس؟ سنواروں کس طرح سے بال کس انداز میں؟ خموشی اور حیرت سے تو کیوں ہو دیکھتی تھکوں؟ نگاہ شوق سے پیالے دلا رہی کوئی گھونکی نظارہ ہو تو دم کی دم میاں کب گزرے گا ذرا بھی دھیان میرا اس کو رستہ میں آسکا اترے جس کے درد دیگر کھیتوں کی اور تو کیا مجھ کو ملبس اپنی سچ و سچ سے نہیں ہے تجھے لیکن لباس نو پہنے کی اجازت نہ ہو </p>	<p> بتا مجھ کو کہ پھر میرے لیے کیسے ممکن ہو؟ ذرا مجھ کو بتا کس قسم کی پوشاک میں ہوں؟ گرے پیاری ماما کچھ تو کہ یہ کیا ہوا تجھ کو؟ ابھی جا کر میں کہنے میں رہے کچھ کے جو بیٹھو گی سمجھتی ہوں کہ ہرگز وہ حریفی جانتے دیکھ گیا گزر کر جب ہلکے گھر سے وہ آگے کو جا گیا جو مجھ تک کوئی شہنشاہی تو بلج کی صدا ہو گی گریہ پارا دہ خانے سے ہو کر جب گزر جائے یہ ملنا گو ہمارا ایک طلحے کے لڑی ہو </p>
---	--

خیر مقدم جناب سر ڈاکٹر تیج بہادر سپرو

۱۷ ستمبر یا اکتوبر ۱۹۲۷ء میں سر ڈاکٹر تیج بہادر صاحب سپرو ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل ڈی۔ کے۔ سی۔ ایس آئی کو ایک مقدمے کی پیروی کرنے کے لیے کینیڈا شریف لانا پڑا۔ چونکہ صاحب موصوف ایک بہت کے بھراپنے وطن مائوف میں آئے۔ لہذا اہل برادری پندرہ ان کثیر، کی طرف سے دوران قیام میں پنڈت آنند گول صاحب سبائی پر پندرہ پنٹ میونسپل کمیٹی کے مکان پر ایک ٹی پارٹی میں مدعو کیے گئے

جلسہ نہایت بارون تھا اور اس میں ریاست کے بڑے بڑے اہلکار اور معزز اصحاب و رؤساء سب شامل تھے۔ راقم سے بھی ان کے خیر مقدم پر ایک نظم لکھنے کا ارشاد ہوا۔ چنانچہ ذیل کا مہدس اسی موقع کی یادگار رہی۔ پنڈت صاحب موصوف کو یہاں سے جا کر وائیس رائے ہند کے میجسٹریٹ پارٹنرڈ کی ممبری کا چارج لینا تھا جس کا اشارہ نظم میں موجود ہے۔ مختلف قسم کی تقاریر ہونے کے بعد آپ نے قوم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک نہایت شستہ اور فصیح تقریر کی جس میں آپ نے اپنی طرف سے ہمدردی اور تمام حاجی امداد دینے کا اطمینان لایا علاوہ چار مٹھائی وغیرہ کے سازد سرود کا سامان بھی کافی طور پر پہنچا یا گیا تھا جلسہ تین چار گھنٹے کی کارروائی کے بعد برخاست ہوا۔

بنا دار مسرت آج یہ بیتا الحزن اپنا
برنگ گل نظر آتا ہی ہر خار و وطن اپنا

بہت مدت میں بدلا آج رنگ انجمن اپنا
بنا گلزارِ جنت کا نمونہ کیا جمن اپنا

نئی جاں آگئی ہو وادی کشمیر کے تن میں
بہارِ تازہ آج آئی ہو کیا اس کتبہ گلشن میں

کہ جس سے کشتِ دل نے اک نالی زنگی
درد و دیار پریش و مسرت کی ادھجائی

نویں روح افزا آج گیا باوصالائی
کنول دل کا کھلا ہو اور بیتِ جوش آئی

<p>کھلی شامِ غریباں آج کیا صبحِ وطن ہو کر خزاں آئی ہو اس کے، نئے نئے چمن ہو کر</p>	
<p>ہمارے بھاگ جاگے وہ دیاں شریف کو جو ملنے کے لیے پھڑپھڑے ہوؤں سے آج آئی ہیں</p>	<p>کہ جن کے خلق کے مداح سپہ پڑے ہیں لکشمی سے جذبات کی کھینچ کر ہم کو لاؤ ہیں</p>
<p>جو حبِ قوم کا عنصرِ عسکرِ دل بیتے ہیں تو ہر ہر گام پر اپنی وطن آنکھیں کھانے ہیں</p>	
<p>وطن میں افتخارِ قوم کا آنا مبارک ہو دلوں میں پھر وطن کا دھیان لانا مبارک ہو</p>	<p>قدوسی کی عزتِ قوم کو یا ناسبارک ہو ہوائے دیر سے ہر دل کا کھلنا مبارک ہو</p>
<p>مبارک یہ گھڑی ہو اور ہالیوں کی ساعت ہے وطن - اہلِ وطن میں دم جو کھڑا ہو غنیمت ہے</p>	
<p>تمہاری تہ سے گلِ ہند میں پھیلا آج اسی تمہارا کشورِ ہندوستان میں تہِ اعلیٰ ہو</p>	<p>میں کشمیر ہی اکھِ خرم پر کرنے والا ہو تمہارے خلق کا چھوٹا بڑا شیدا والا ہو</p>
<p>اس عطرِ تہ پہ وہ سادہ چیت تم نے باقی ہو نہیں چھوڑے اس میں کچھ بڑوں کی بیانی ہو</p>	

ہمارے اگھر جہاں میں ہمالہ برف کا گھر ہو	جہاں جاؤ نہی چھیل اور چشموں کا ہنسی نظر ہو
لیکن سرد مہری سے ہمارا دل موثر ہو	یہ دل اپنا نہ ٹھنڈی گرمیاں کہ نیکانہ گر ہو

خجرت کی ہمارے دل میں ایسی آگ جلتی ہو	کہ جس کے سوز سے برف اور تاج تک بھی گھاتی ہو
--------------------------------------	---

اسی سے شاہ کا می کا سماں وہ کج چھایا ہے	کہ جس نے کلفتِ دورانِ غم دل کو بھلا دیا ہے
تمہارا چہرہ چور جس نے دیکھ پایا ہو	وہ پھر فرطِ مسرت سے نہ آپے میں ملایا ہو

تمہاری دید نے طرہِ دل مخروں سنواری ہو	یہ کچھ ہم کس خطہ پہ لطفِ نقصِ باری ہو
---------------------------------------	---------------------------------------

یہاں سے جل کے تم اور کرسی عزت چھوٹ گئے	جہاں سے نائبِ شاہ جہاں کو مشورہ دو گئے
نظامِ دامنِ ملکِ ہند کا بار اپنے سر لگ گئے	مگر امبدی ہم کو نہیں دل سے بھلا دو گئے

حقِ تختِ مصر پر یوسف کو جیسی یاد کنناں کی	وطن کی یاد کی رکھنا بونہی دل میں حکمِ تم بھی
---	--

الغلاب

ہر جولائی سال ۱۹۱۱ء کو راقم کے دوست پنڈت دینا ناتھ صاحب دلیگر
 اختر کی ایک غزل کی نقل لائے اور پڑھ کر سنانے لگے۔ چونکہ پنڈت صاحب
 خود بھی مذاق سخن رکھتے ہیں۔ اس کی داد دینے لگے۔ بلکہ ساتھ ہی اس کے
 فرمایا مجھے یہ غزل پسند ہے۔ آپ اس پر مصرعے لکھا بیٹے ہر چند راقم نے معذرت
 چاہی اور ایسی غزلوں پر تفسیر کرنے سے نفرت ظاہر کی۔ مگر وہ اپنے اصرار
 سے باز نہ آئے اور قلم دوات اور کاغذ فیکر سامنے بیٹھ گئے۔ ایک ایک
 شعر پر ایک ایک بند طلب کرنے لگے آخر کار بحالت مجبوری اس کی تعمیل کی
 یہ خمس کچھ دنوں بعد رسالہ طریقت لاہور میں طبع ہوا۔

گردش ایام نے کیسا دکھایا انقلاب
 ہو گئے بنگلے کے پر جو بال تھے بالِ غراب
 ہو گئی غنفا فراغت بڑھ گیا ہیضہ
 آگئی پیری کی شب جانا رہا روڑِ شب

دست و پا بیچارگی سے چلے ہم کو جاب

یا و جانوں نے ہیں رکھا کبھی وقفِ خدا
 جھوٹیری میں وہ کے غلوں کے کبھی دیکھے غلاب

دھوکے کی ٹٹی ہو دنیا درحقیقت اور جتنا	جس کو ہم دریا سمجھتے تھے نظر آیا سرب
جس کو ہم اچھا سمجھتے تھے اُسے پایا خراب	
خواب غفلت میں بسر روز تافروا ہوئے صنعت غالب ہو گیا بیکار اعضا ہوئے	کچھ نہیں آتا سمجھیں کیا تھے کیا سے کیا ہوئے عیش و عشرت مٹ گئے رنج و الم پیل ہوئے
ہائے دور نہ مٹ گئی میں آگیا کیا انقلاب	
میں کے پیغام اجل دنیا کا بندہ در گیا ہائے بخت تیرا اپنا جام آخر بھر گیا	عیش فانی پر ہوا شیدا کہ جیتا مر گیا نور آنکھوں کا اڑا اندھیرا کیسا کر گیا
پانی پانی ہو گئی حسن و ادا کی آبِ تاب	
چین دنیا نے نہ بیرے قلب کو دم بھر دیا فیصلہ ہی کسی نے خوب ہی تجھ پر دیا	لعل جب مانگا تو بس اس کے عوض تجھ دیا گردشِ ایام نے ہم کو یہ ثابت کر دیا
خواب ہیں سب کا رہا دنیا بلکہ دنیا بھی خواب	

<p>حسب عادت کدیا جو بیوقوفی لڑھی رحم آیا میری حالت پر جو غیروں کو کبھی</p>	<p>رو پڑا میں تو کہا یہ بھی بہانہ اک سہی میری میت پر کہا تو یہ کہ کیوں عل اس نے کوی</p>
<p>یار کو اس رحم سے اغیار پر آیا عتاب</p>	
<p>بلکیسی نے حال میرا کر دیا رب مشہر جو نظر رکھتا تھا میرے حال پر شام و صبح</p>	<p>یہ نغمہ میرے نام کو واقف نہ تھا کوئی بشر ہے دورنگی میں پھنسا یا طلع بد نے مگر</p>
<p>پھر گئیں آنکھیں اسی کی ہو یہ کیسا انقلاب</p>	
<p>ہو گئی خوش قسمتی غمنا ہوئی رخت نریب شوم بختی میں کہاں ملے گا ہم کو نصیب</p>	<p>ہم گر فتار مرض ہیں اور نہیں ملتا طبیب لیں کہاں دم ہو نہیں دیوار کا سایہ قریب</p>
<p>سر پہ منڈلاتا ہی اب تو عشق کا ہر دم خراب</p>	
<p>کہ نہیں سکتا عیاں را زدروں کوئی حبیب تم نے جس دن تو ہم سمجھے کلاب جاں لقمہ</p>	<p>مہر خاموشی ہو لب پر ہو گئی حالت عجیب دبسا ہوا ثابت کہ ہے جفا کردہ و سر پہ طیب</p>
<p>ہجر میں جانا کہ ہم نے خواب برفی کچھا ہو خوا</p>	

گاہ ہم بڑھتے نہ ہو کھٹے رہے طالب گئے	واسے بوجھتی کہ دل سے خون کچھ تپے رہے
منزل دنیا میں واپس ہم تو سرگرداں ہے	کس قدر درد و الم کے انجک صد ہے

آج تک کیا نازے آخر ہمیں ان کا حساب

سکاوٹ بچوں کا گیت

سال گزشتہ کے ماہ دسمبر میں سری نگر میں سکاوٹنگ کا ایک نمائشی جلسہ منعقد کیا گیا۔ کئی سکاوٹ ماسٹروں کے اصرار پر سکاوٹ بچوں کے لیے ذیل کا گیت لکھا گیا تھا۔

آجاؤ بچو! مجلس جمائیں اپنی وہ کام کر دکھائیں جو جس میں نام پیدا سستی دکھائی کو یلگوت چھوڑ دیں ہم تو نظر ہو ہر دم امداد و یلگوں کی ہر بات میں ہماری نہاں ہو راؤ خد ہمت دلا رہی آہدہ سال نو کی	اک شانہ لفریبی پھر ہم دکھائیں اپنی اور جوش دل سے اپنے اک خیر عام پیدا نما کامیابیوں کو ہمیت سے توڑ دیں ہم غیبت زدوں کی حالت اتنا بدستور ہمہ روز ملک ملت - ہمہ روزی و محبت ہر شوہر و شادمانی گائیں خوشی میں ہم سحر
---	--

کشمیر میں ہمارے خرم ہوں لوگ لے

تاثیر ہو انہی ہر کام میں ہمارے

الوداعی نظم

ماہ جنوری ۱۹۱۷ء میں پنڈت مہو ورز قشی صاحب بی۔ ایس۔ سی۔ سرکاری وظیفے پر بغرض تحصیل علم و تربیت دکان و معدنیات امرکیہ مجھے لگے تاکہ وہاں سے آکر اس ڈپارٹمنٹ میں مفید ثابت ہوں۔ آپ یہاں کے پہلے کشمیری پنڈت ہیں جو اس طرح سے تحصیل علم کی خاطر ہندوستان سے باہر تشریف لے گئے۔ آپ کی روانگی پر آپ کو چند احباب کی طرف سے ایک الوداعی ٹی پارٹی میں دعوت دی گئی۔ خاکسار سے ایک نظم لکھنے کا ارشاد ہوا۔ چند دنوں سے کچھ خیالات ذہن میں جاگرتے ان کو نظم کی صورت میں ترتیب دیکر وہاں پڑھ کر سنایا۔

صبح دم وقت طلوع مہر عالم تاب تھا
چار سو وہ جانفزاغوشہ میں جھیلانی ہوئی
جاگ لے ہمد نہیں کیوں ہوش ہوا آجھے
جلوہ فراہونیوالا ہو ذرا فشان سحر
اور اب تک تجھ پہ غفلت کی گھٹا چھائی ہوئی

طالب محروں سر بستر جو خواب تھا
آگئی باد صبا اتنے میں انزاتی ہوئی
دست نازک سے جگانے یوں لگی اکبر
اٹھ کہ جواب چاک ہو جائیکو دامن سحر
اٹھ کہ باغ دہر میں ہو تو بہار آئی ہوئی

دم بخود کیوں ہو گیا ہو تو رضائی مان کر ؟
 یاد ہیں وہ دن ہیں تو ہم نواب لیل کا تھا ؟
 آہ تو اب کس لیے حسرت ہم آغوش ہو ؟
 اٹھ ڈراپے اعتنائی سے نہ ہرگز کام لے ؟
 سال نو کا مجھ سے اقرار مبارکباد کر ؟
 صبح دم جو کان میں ایسی صدا آتی رہی ؟
 دیکھتا کیا ہوں جو گرد اپنے نظر میری ٹہری ؟
 یوں ہوا گو یا میں اس کے کیوں تیا یا ہو مجھے ؟
 باعث تسکین دل کیا عالم گلزار ہو ؟
 دن میں جاڑے کے دکھائیگی مجھے کیا شیر ؟
 رونا آنکھ سے زوال ملک پر پے اختیار ؟
 حال میں لے ہمنفس اپنا بتاؤں کیا تجھے ؟
 خانہ بربادی کو اپنی دیکھ کرے مہرباں ؟
 کیوں نہ آؤں میں نظربین کین بکس غریب ؟
 ہو مبارک تجھ کو ہی اس سال کی تازہ بہار ؟
 حبیب سنا باد صبلنے یہ تو تلا یا مجھے ؟
 سر میں تیرے خط ہو آواز تو مینا ہے ؟
 بزم وہ سب جس میں یاران وطن کی جانشین ؟
 جائینگے وہ منظر میں جس کو سفر کی کچھ کھٹن ؟

خوشنوائی سے تو پہلی مٹی پیدائشان کر ؟
 باغ سے العت فحی شیدائی گل و سنبل کا تھا ؟
 کیا ہوئی وہ خوش بیانی ہا کیوں خوش ہو ؟
 دیکھ دنیا کی ہوا چشم بصیرت نکھولے ؟
 دل کو تو فرحت واک کا شاد آباد کر ؟
 چونک اٹھا خواہے سستی مری جاتی رہی ؟
 تھی نیم صبح گاہی کی پر سی سر پہ کھڑی ؟
 راحت خواب گراں تو کیوں جگایا ہو مجھے ؟
 جب وطن کی حالت ابتر سے یہ تیرا ہو ؟
 دیکھ کر دل قوم کی حالت ہوا ہو داغ ؟
 اک بہار قوم پر لاکھوں بہاریں ہوں تار ؟
 داغ اس حسرت بھرے دل کے دکھائیگی ؟
 پاؤں میں میرے پڑی ہیں رنج و غم کی ڈھال ؟
 شاد کیا ہوں جب نہ اپنی قوم کا حال نصیب ؟
 ہم نے ایسے سال نو کے ہیں بیے برسوں گزرا ؟
 اک نوید جانفزائے ہم سنتے ہیں تجھے ؟
 اٹھ شہر کی بزم عشرت ہمراہ احباب ؟
 اور اک نوید وطن اعزاز بخت پائینے ؟
 سیکھ کر آئینگے امریکہ سے لیکن علم و فن ؟

<p>کیا یہ کچھ کم تر وہ ہو تیری مسرت کے لیے؟ یہ تو بدبختی ہے جس میں مسرت ہو گیا ایسی حالت میں یہ بندہ تالاب سے نکلا تھا ایک شاعر کے سخن میں کچھ اگر تاثیر ہے</p>	<p>کیا فوراً ہی یہ نہیں ہو قومی غم کے لیے؟ نیم مردہ تھا میں دل میں دلوں پر لپکا ہوا ایک دم جلسے میں شامل ہو کے پوچھ گیا ہوا اور کچھ وقعت کے قابل اس کی گرتی ہوئی</p>
--	---

لے دے اس طالبِ ناپختہ سے لے جانِ من
ہو مبارک یہ سفر لے باسرو سامانِ من



شاعرانہ انقلاب

۲۱۔ اپریل ۱۹۲۱ء غیر مطبوعہ

ایک دن وہ تھا کہ کھلتا رنگِ بستان دیکھ کر
 وحید کرتا آید ابر بہاراں دیکھ کر
 دل مرا بانسوں اچھل جاتا تھا پہلو میں کبھی
 پردہ تصور میں رخسارِ جاناں دیکھ کر
 زکس شہلا سے میں آنکھیں لڑاتا تھا کبھی
 مست جامِ گل تھا شکلِ جامِ عرفاں دیکھ کر
 جی بہل جاتا تھا سیرِ نیلستاں سے کبھی
 دل کی کھلتی تھی گرہ زلفِ پریشاں دیکھ کر
 تھا تصور میں تریاکے کبھی اختصر شمار
 چشمِ گریان و بیانِ سلاب و نداں دیکھ کر
 شوق سے پڑھتا تھا حسن و عشق کی داستان
 جی کو بہلانا سخنِ سخنوں کے دواں دیکھ کر

یہ نظم میرے ہریان دوست قاضی سیف الدین صاحب مثنوی فاضلِ بدستِ ذمہ کمال صاحبِ مابینِ آ
 حضرت شاعرِ محترم نے درج ذیل دہلی اور بدستِ دنیا ناقد صاحب نے بہت پسند کی تھی (طالع)

رس لیلہ کا سماں آنکھوں میں بھرتا تھا مری
 بحر میں گویا ل کے رد وھا کو نالاں دیکھ کر
 یاد میں مجھو پ و لچو کی مثالِ راجہ نل
 کھل گئیں آنکھیں مری خواب پریشاں دیکھ کر
 ہاتھ سے جاتا تھا دل سنتا تھا جب میں نرم میں
 غش ہوا عاشق کسی کا روئے تاباں دیکھ کر
 چٹکیاں لیتا تھا پسلوں یہ قلبِ فتنہ جو
 بت پرستی شوخی طبع جو اناں دیکھ کر
 دل امنگوں سے بھرا تھا شوخ تھا اور جلیلا
 خوش تھا کوئے یار کو میں محرستان دیکھ کر
 یاد میں سل پ زنگیں گی دل تھا باغِ باغ
 رونق رنگینی نسل بدخشاں دیکھ کر
 عاشقی کو کھیل بچوں کا سمجھ بیٹھا تھا میں
 ظاہر آباد طرازِ عشق بازاں دیکھ کر

حق میں اپنے ہو گئی ثابت یہ ٹیڑھی کھیر ہے
 عاشقی بھی زندگی کے خواب کی تعبیر ہے

<p>آج وہ دن ہو میسر آشنا ہوتا نہیں رہنے سے نا آشنا ہوں عشق صادق کی دل بتوں کے عشق میں اُفت ہو گیا پھر خواب ہو میرے لیے اب حُسنِ گیس کی بہا بس شکستِ آرزو کی کاروان میں دلوں کے جوشِ جنوں کے یک بیکِ خصیت اب طبیعت میں رہا باقی نہ وہ سوز و گداز دل بہلتا ہے نہ اپنا شوخی انداز سے خود فراموشی ہے ہی دامنِ تکلیفِ تار اب کہاں وہ آفتابِ دیدہ گریاں حُسن؟ اب وہی دل ہو کہ حسرت کا بنا آماجگاہ زندگی ہتے تلخِ انہی گردشِ ایام سے اب نہیں بھاتی مجھے یہ غنچہ گل کی ملک</p>	<p>ان گلوں میں جلوہ گر زندگی نہ ہوتا نہیں حقِ لطیف خود شناسی بھی ادا ہوتا نہیں اب کسی بے مہر سے یہ آشنا ہوتا نہیں عجزِ رانشِ مراوہ دلِ راہ ہوتا نہیں یہ جہس وہ ہو کبھی جو با صدا ہوتا نہیں اب تو حاصلِ دکھا اک بھی مدعا ہوتا نہیں آہ میں طاقت نہیں نالہ رسا ہوتا نہیں قبلہ دلِ مضطرب ناز واد ہوتا نہیں مانعِ وحشتِ سیرِ شرم و حیا ہوتا نہیں چشمِ بے فیضِ مصروفِ فنا ہوتا نہیں خستگیِ دلدادہ جو لائے دوا ہوتا نہیں حق میں اپنے رحمت و فضل خدا ہوتا نہیں میں رہیں منتِ بادِ صبا ہوتا نہیں</p>
--	---

تھا کہاں کا عشق میں نقلی مگر دیوانہ تھا؟
 خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

حسرتیں ساری یکایک دل میں نہاں ہو گئیں
 بن گئے سیلابِ آنسو آہیں طوفاں ہو گئیں

شکوہ جو ہر فک کب ہو مگر افسوس ہے
 درد اپنے حق میں کاوش ہلے ترگاں ہو گئیں
 قید کر سکتا نہیں ہم کو کبھی زندانِ زلف
 بیکسی کی بیڑیاں زنجیرِ زنداں ہو گئیں
 یہ سنا تھا بت پرستی سے بے نیلِ حق پرست
 عواہشِ ایمان کی سب نذرِ ایماں ہو گئیں
 ہو گیا ہے جوشِ وحشت سے تقننِ ہمدلیف
 آرزوئیں خندہ چاکِ گریباں ہو گئیں
 بند رکھتا ہے زبانِ التجا شوقِ سکوت
 اپنی پُر حسرت نگاہیں چشمِ حیراں ہو گئیں
 یاد تک آتی نہیں اب وہ پُرانی محفلیں
 ساری اگلی صحبتیں خوابِ پریشاں ہو گئیں
 اب وہ سوداے محبت سر سے ہی جاتا رہا
 ہمیشہ بیخِ دالم سے پاہِ جولاں ہو گئیں
 بھول بیٹھے ہیں ادائے نالہائے جاں گداز
 جتنی فریادیں تھیں وقتِ نازِ خواب ہو گئیں
 بندہ عشق و جنوں کو کیا سزا کیسا عذاب
 حسن کی نیزنگیاں تکفیلِ عصیاں ہو گئیں

حلقہ زنجیر پر پہنچیم آہو کا گماں :
 گردشیں صحرا کی اپنے حق میں زنداں ہو گئیں
 حسن کا شیدا دلِ رم خوردہ اب ہوتا نہیں
 حسرتیں دل کی مرے گھر کا بیاباں ہو گئیں
 چشمِ غفلت گوہر مقصود پر تھی جاں نثار
 گردشیں دوراں کی مثل ابرنیاں ہو گئیں

تھا فریبِ عشق کا ذب یا حسینوں کی تلاش
 دل محپل جاتا مرا جھوٹی نمائش پر نکاش

(۱۰)

رباعیات

راقم نے رباعیات بہت کم لکھی ہیں۔ ان میں سے دو تین رسالہ
 ”پریم بلاس“ گوہرِ انوار میں شائع ہوئی تھیں اور ماہ نومبر ۱۹۱۵ء میں لکھی گئی تھیں

ہم آکے جہان میں کیا سہ کار ہوئے جیتے نہ قمار میں جہاں کے طالب	غفلت کی شراب پی تو میو اور ہوئے عقبت کے گلے کا رنج سے ہار ہوئے
دنیا تو وبالِ جان ہی پیری کے لیے طالبِ پیری میں کب کوئی سنا تھ چلے	ہی خواہش پر دوازا سیری کے لیے ہاں ایک عصا و شگیری کے لیے
سنسار میں کوئی بھی نیکو نام نہیں بن باس بھی لے کے سکھ نہ پایا طالب	بستی کا اس اجر طے ملک میں کام نہیں سچ ہو کہ یہ دہر چلے آراں نہیں
سکھ چہن سدا درست کرم دیتا ہی برخواہ کا بھی منزلِ آخر میں ساتھ	گلزارِ جفا خارِ الم دیتا ہی ری مرد جو دو چار قدم دیتا ہی
دلدادہ معشوقِ سخن ہو گیا حبیب سے توبہ سے نیکوں ہو ظلمتِ عسبیاں دور	بیمار پڑا رہتا ہوں بسترِ میں تپ ہی "خویشیہ نکلتا ہی سدا پردہ شب کی"
خدمتِ ہو کو شہی جو حکمِ رست کی کی نہیں باحق شناس لوگ ہیں طالبِ غنیمت ہو	مخاکوہِ نسا وہ حکم کہ جاں بس اپنی نہیں کرتے خطاب ہم کو بھی۔ آئی اسی نہیں

نہیں آزاد تو ارشاد ہی یہ سولیزیشن ہی
 جو ہوں پابند دین تو کہتے ہیں یہ اندھنہ
 نہ گھر اور گھاٹ کی بستی جو اس اُبٹھاؤ میں طالب
 سب گارے بھی کچھ بڑھکے ہندوستان کی بستی

اس ظلماتِ جہاں میں گرچہ اک نیرنگ ہوں
 خط کے آنے سے نرے ای سادہ رو دو تنگ ہوں
 نذر دو تو کھل کے بیٹھوں ورنہ ہی میرا سلام
 میں عزیز و ڈاک خانہ کا خطِ نیرنگ ہوں
 (۱۱)

تضمینِ رُغزلِ حافظ شیرازی

برجنوری ۱۹۷۱ء غیر مطبوعہ

دردِ دلِ ماخا کسارں حبِ مالِ جاہِ نیست با طریقِ اہلِ دنیا بیچِ رسمِ دراہِ نیست
 شمعِ ساں سو زورِ دہم سوختِ بر آہِ نیست زانہِ ظاہرِ پرستِ از حالِ ناگاہِ نیست
 در حقِ ماہرِ چہ گوید جُٹے بیچِ اکراہِ نیست

با چو کعبہ در حقیقت منہرق ویراؤت
 دل سے دل گرفتہ گر غیر او
 در طریقت ہر چہ پیش سالک پیر خواؤت
 در صراط المستقیم کے دل کے گمراہیت
 ہر کہ بگشتہ تہا زیں ہم خیرہ و حیراں ماند
 تہا چہ بانہ یاریغ نماید بینہ فخر ایم راوند
 فصل بندہ ہر سبختہ گردوں و در صفت نمشاؤد
 عرصہ شطرنج ونداں را محبال شاہیت
 ہر چہ سہی گشت و ہمارا شکست
 من بنیدانم بلند چیت یا باشد چیت
 ایچہ استغناست یارب ایچہ داو عالم
 کایں ہمد زخم نہاں است و مجال آہنیت
 گشت تا آئینہ دل ز آتش زخاں نقش
 می کند و سینہ من شعلہ ہائے نار نقش
 چیت این صحن زمین بیت و ہمدار نقش
 چیت این سقف بلند و سادہ و سادہ نقش
 نہیں معملا تیجہ دانا در جہاں آگاہ نیست
 ز شمار فعل بد افتادہ ام در اضطراب
 دوائے ناکامی اگر پسند و خوشتر جواب
 ہرچہ فرد و فرم افتادہ اندر انقلاب
 صاحب دیوان ماگو یا امید اند حساب
 کہ اندریں طغرا نشان حبسہ اللہ نیست
 با فقیراں را نباشد احتیاج نان جو
 رزق مافضل الہی ہست ہاں طامع شو
 ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو ہر
 ہست در باب این در بازائے غافل شو
 گرو در و صاحب و در ہاں دیں در گاہیت

از شراب معرفت سرشار زاهد جام است معی در تحصیل حاصل شوق طبع خام است
 حجت عاشق معین در کار صبح و شام است هر چه هست از قمارت ناسازگار است
 در زلف شریف تو بر باله کس کوتاه نیست

گوهر مقصد به حبیب هست مرواں بود حاصل منزل همه در عالم امکان بود
 باد و خورون نشسته زانورون بجا آسان بود بر در میخانه رفیق کار گیر نگار بود
 خود فرو نشان را به کوه می فرو نشان راه نیست

دل ز وصل ماه رویاں میقرار و صایم است چون کیم اسے دوستان ایں دقیر کا ایم است
 کم کسے باشد کہ دیار راہ چوں قایم است بندہ پیر خراباتم کہ لطفش دایم است
 در تر لطف شیخ وز ابد گاہ هست و گاہ نیست

طالب از پانہ مے چیند ز عالی ہمتی است گر غنا در فقرے بند ز عالی ہمتی است
 کریم خواہ بگزیند ز عالی ہمتی است حافظ ابد بر صدر نشیند ز عالی ہمتی است
 عاشق در وی کش اندر بند مال و جاہ نیست

فارسی غزل

اس غزل کے لیے ملاحظہ ہو صفحہ ۳۲

<p>میتے بگذشت من در انتظار افتاده ام آہ من افلاک را سینه شکافد بود لعجب کے تو اتم من احباً را فروغ بزم داد حرف الفت نقش گردید است بر میان رخ مے ندانم چوں ز چشم آن نگار افتاده ام مثل آب بیل من از کوہسار افتاده ام</p>	<p>ساقیا رطل گراں دہ درخمار افتاده ام منکہ در خاک رہ الفت نزار افتاده ام مثل برگ زر داند رلالہ زار افتاده ام تا من اندر خاک زخوں در خطر افتاده ام مے ندانم چوں ز چشم آن نگار افتاده ام مثل آب بیل من از کوہسار افتاده ام</p>
---	--

بلیلا بر طالب بوئے وفا خدره مزین
بسنہ آسا گرچہ من بیگانہ وار افتاده ام

تقریظ مخشاجا وید

تذکرہ ہزار داستان مولفہ لالہ سری رام صاحب ایم ای
دہلوی

کسی کے قلب میں تھی یاد میری
کسی کی یاد نے تھا لگے گدیا
تقریر عناوہ بیس بر کسی کا
وہ دل کو چھین لینے کی مہارت
بڑھاپے کی طرح جھکت کسی کا
وہ آشوب بجا جا دو طرازی
حیا سے وہ نظر بھی کسی کی
وہ ایمان جنون و بینوائی
وہ جلاؤ خوشنما مہوش کسی کے
غرض شانِ خدا کی وہ تصویر
نگاہوں میں بصر تن میں جگر تھی
لگا دی آگ میرے تن بدن میں
لگا دم بھرنے آہ سہر کے پھر

طبیعت ایک دن تھی شاد میری
کسی کا دھیان تھا دل میں سما یا
نظر میں تھا رخ انور کسی کا
وہ مستانہ روش۔ شوخی۔ شرارت
جوانی کی طرح اٹھنا کسی کا
وہ وزویدہ منظر وہ عشوہ بازی
وہ شوخی میں ادا بانگی کسی کی
وہ دین ترا ہری و پارسی
وہ عشوے دلریا۔ دلکش کسی کے
کتاب صنعتِ صانع کی تفسیر
تصور میں مرے پیش نظر تھی
کیا فتہ پیا اس درجہ من میں
تڑپ اٹھائیں ماری درد کے پھر

فزوں تھا آہ دوزاری۔ تھکبازی
 پریشانی بڑھی کاکل کی صورت
 کسی کو ہو پری کا جیسے سایہ
 کبھی ممنون تھا دیوانگی کا
 وہی صورت تھی آنکھوں میں سائی
 سراپا موہنی کی تھی وہ صورت
 ڈھلا تھا۔ نور کے سانچے میں پیتلا
 رہا میں مثل بت بے حق و خاموش
 وہ بیہوشی تھی تھکا عالم خواب
 تو درد انگیزیہ آواز آئی
 نہ ہو مایوس ہرگز اور ہر اس
 نہ کچھ رنج و تعب کا نام لے اب
 نوید وصل سے دلشاد ہو جا
 کیا اک باغ کی جانب اشارا
 کیا یہ ہو ریاضِ نمکستہ دانی
 تھے راہ اس گلستاں کی دکھائیں
 کہ یہ وہ باغ رشک باغِ جنت
 کیا ہر اہی کا اس کی ارادہ
 چلے دریا کی جانب جیسے پیاسا

بڑھی بے طرح میری بے قراری
 بزنک چنچ بلی میری حالت
 مرے دل پر جنوں کا رنگ چھایا
 کبھی مہون تھا فرزانگی کا
 نہ اس عالم میں کچھ دیتا دکھائی
 مجسم بن گئی فوراً وہ صورت
 نہ عکس وہم تھا۔ محبوب اپنا
 رہنے قائم نہ اس کو دیکھ کر ہوش
 ہوئی رخصت بدن سے طاقت تبا
 ہوئے پیچ دی جب مجھ پہ چھائی
 سنبھل اے طالب دیدارِ جاناں
 سنبھل جا ضبط سے ہاں کام کی آہ
 نہ رہ پابندِ غم آزاد ہو جا
 پھر آخر کے یوں میری مدارا
 دلایا شوقِ گلزارِ معانی
 ادھر آئیں سب تیرا مٹائیں
 وہاں پایگا تو سامانِ راحت
 پھر ٹک اٹھایا سنکر تازہ مژدہ
 چلا میں ساتھ اس کے سایہ آسا

دکھایا پھر مجھے وہ باغ موعود
 نہ چستے تھے نہ نہیں اس میں حالی
 چمن تھا پر نہ طائر نغمہ زن تھے
 غرض دیکھا نر الا بلغ میں نے
 بہت تھے لوگ اس میں جلو انگن
 نہایت شان سے تھے محفل آرا
 کہیں کرسی نشین تھے میرو سودا
 کہیں تھے حاکم و تاجان و ناسخ
 نصیر و آرزو رنگیں کہیں تھے
 آئین و آتش و احسان و الو
 نظیر و شیفہ و رند و مستاق
 فہر و یاس و اہل تہ تھے کسی جا
 نشہ لکھنوی بھی جلوہ گر تھے
 ادیب و احسن و شوکت تمنا
 کہیں آرزو و حالی زیب دربار
 کہیں نسل و اکشت تھے خراماں
 افق نوح اور نظر ہمدستان
 کہیں اقبال و کیفی حشر و شہد
 ریاض و عارف و شال کہیں تھے

کرم فرما تھی جس پر ذات معبود
 کہ آب شعر سے تھی آبیار سی
 نوا زن شاعر شیریں سخن تھے
 شگفتہ پائے دل کے دلع میں
 ادیب و لکھتہ شیخ و صاحب فن
 کمال ان کا سرایا آشکارا
 کہیں سوز اور جرات درد و انشا
 کہیں مومن - اسیر و برق و اسخ
 جا و ذوق و عالم ہمنشین تھے
 دبیر و صابر و مشتاق و جوہر
 زکی - مجروح تھے باہم ملاقی
 وزیر و رشک و رشکی رونق افزا
 حسن سالک - صائے نظر تھے
 نسیم دہلوی معروف و یک جا
 امیر و دلع و ابرار و شوق و سرشار
 جلال و تاق و شاکر - سخند اس
 سرور و ذوق و ناظم وہاں تھے
 کہیں چلبست و خود محفل آرا
 حلیہ و ناظر و مال کہیں تھے

کہیں محروم و طالب اور شاعر
 کہیں مجھے تھے و لکیر اور حسرت
 حنیف جو پوری تھے کسی جا
 غرض اس طرح لاکھوں اور شاعر
 جہاں کہ محفل و باب دانا
 کہاں تک ذکر میں ان کا کردگار
 تغزل میں کوئی استاد دیکھا
 کوئی پروانہ تھا شمع سخن کا
 تصویف کا کسی میں رنگ گہرا
 کوئی الفاظ کا متروک و ان تھا
 کہیں شوکت بیانی نماز پر تھی
 کوئی علامہ و استاد و فن تھا
 کوئی استاد اسلوب قدیمی
 کسی کے لطف سیراب گلشن
 کوئی تھا سادگی کا بسکسا شایق
 کوئی استاد و ادب اور شاعر
 کمال مرثیہ گوئی کہیں تھا
 کہیں برستگی امسون و لکش
 کہیں بوجش و خروش و خود ان تھا

کہیں ازماں صنی و نظم و ساجر
 کہیں مجلس نشین تھے شاد و خوش
 عزیز لکھنوی بھی تھے کسی جا
 زبان دانی میں فرد استاد و ماہر
 تھے اس گہوار میں تشریف
 شتاخوانی کا ان کی دم بھردل کا
 قصائد میں کسی کو شاد دیکھا
 لطافت دل لگی میں کوئی کیا
 طرافت کا کسی کے سر پر سہرا
 کوئی ترکیب کی جستی کی جاں تھا
 کہیں نازک خیالی جلوہ گر تھی
 کسی کے ہر سخن میں باتیں تھیں
 کوئی تھا محرم سنگیں و یسی
 کسی سے رنجی کا نام روشن
 قصیدے میں غزل میں لہجہ فانی
 رموز باطنی و ظاہری میں
 کہیں اسلوب بندش و نشین تھا
 کہیں فکر و مضمون و لکش
 کہیں ناز و صنم کا نکتہ والی تھا

کوئی تھا شائقِ شستہ بیانی
 کوئی بھاشا میں شیریں اور خوشگوار
 کسی کا طرزِ زندانہ ستم تھا
 کوئی استادِ مضموں آفرینی
 کسی کی خوش مقامی قابلِ داد
 کوئی نسبتِ جمالی سے محبلا
 کوئی تھا دردِ گوئی میں سرفراز
 کوئی اشتہارِ دگر ازِ معانی
 کوئی مغلوبِ جذبِ دردِ انگیز
 کوئی حاضرِ جوابی میں تھا طرا
 کوئی فیضیِ نیا ضعی کا ثنائی
 کوئی طبعِ محو فکرِ عالی
 کوئی پیچیدہ اسلوبی سے مرعوب
 تصویف میں کوئی خردِ زمانہ
 کوئی نازک خیالی کی تھا تعبیر
 طبیعتِ تھی کسی کی بحرِ ذخار
 کوئی تلامذاتِ معسرِ بی کا
 کسی کی طبع میں حاضرِ روانی
 کسی کا تہی تھا دگر تبخیر

کوئی تھا مالکِ ملکِ معانی
 کیا زندہ کسی نے پھر سخن کو
 کسی کا جامِ رشکِ جامِ جم تھا
 کوئی تھا صاحبِ بارِ یک بینی
 کسی کا سوز و حسرتِ لائقِ صا
 کوئی واقعِ نقائص سے میرا
 کوئی زکینیِ مضموں میں ممتاز
 کوئی دلدادِ سحرِ البیانی
 کوئی مفتونِ لطفِ حسنِ نوخیز
 کوئی ناماتِ نگاری میں تھا مشا
 کسی کے اس سلامت اور دانی
 کوئی عرفان و وحدت کا سولی
 کسی کو نچرل اشعارِ مرغوب
 تغزل میں کوئی مردِ یگانہ
 کسی کی نظم میں نامک کی تاثیر
 بلاغت کا کلی کے سر پر نگار
 کوئی موجدِ سخن کی تازگی کا
 تھی نچر کی کسی کی تیرہ جانی
 کوئی شستہ مذاقی کی تھا تصویر

قدیمی رنگ تھا غالب کسی پر
 کسی میں مشق طرز اہل فن تھی
 نچیل میں کوئی نامی گرامی
 کسی کا بندھا ہلک نگاری
 نہی طرزوں میں کوئی مرد میدان
 کوئی وار فنگی زندگی سے وقف
 کوئی شہدایاں نازک ادا کے
 کسی کو اشتیاق طرزِ عالی
 کسی بیش منظر قدرت کا سامان
 کوئی تھا ہمنوائے بے لہند
 کسی میں حسنِ معنی قابلِ دید
 کسی میں عارفانہ وجد و حکمت
 کہیں بسجیدہ غزلوں کی تنانت
 کوئی تھا نشہ و حشمت کا مال
 کوئی رنگِ نازک کا تھا مشاق
 بہت اس زرم کے جب رنگ کیے
 تعجب بڑھ گیا حیران ہو میں
 کوئی گلزار دنیا میں نہ ایسا
 میں انسا کے حال کا جو یا ہوا پھر

کوئی جدت پسندی کا تھا جوگر
 کسی سے رونقِ بزم سخن تھی
 کوئی طرزِ قدیم و نو کا بانی
 صفائی میں کسی کی شہسوری
 کوئی برکتِ شوحی کا نگینان
 کوئی ہر کی مضمون کا عارف
 کوئی ممتاز تھا فکر رسا سے
 کسی میں عشق کے جذباتِ عالی
 نہی رنگت کسی میں تھی نمایاں
 کوئی تھا آشنائے بے لہند
 کوئی شہدائے چمنستانِ حقیقت
 کسی میں روزِ مرہ کی لطافت
 کہیں اسبابِ آرائشِ ذہانت
 کوئی سوز و گدازِ دل کا قابل
 غرض ہر ایک اپنے فن میں تھا
 نے طرز اور نزلے ڈھنگ کیے
 زبس ممنون جانِ جاں ہو میں
 کبھی دیکھا تھا میں نے یا سنا تھا
 اور اپنے یار سے گویا ہوا پھر

دی مائی گون اس رنگیں چین کا ہے
 نہیں تماشور لالہ سری رام
 وہی ہی تجاہد اس گلستاں کا
 عرفی ریزی کا اس کی یہ شہ ہے
 بہت کچھ خرچ کر کے مال و دولت
 پائے اہل موجودہ و پیشین
 بنے خود میزبان مجلس آرا
 تعجب میرا اس سے بڑھ گیا پھر
 جو دیکھا اس چین کو ابتدا سے
 الہی ان کو تو آباد رکھتا
 رہیں وہ قاید مشہور عالم
 معطر ساز یہ باغ سخن ہو

وہ محسن سر پرست اہل سخن کا
 کیا ہے زندہ جس نے شعر کا نام
 وہی ہی قدر و اداں رنگیں بیاں کا
 اسی سے تازہ اس کا برگ بر ہے
 اٹھا کر رنج و غم اور بار محنت
 سجائی محفل اور باب رنگیں۔
 ہر اک اہل سخن کو ہے اچھا را
 یہ سیر باغ یا فی غم مریبا پھر
 دعا اب مانگے طالب خدا سے
 ہمیشہ خرم و دلشاد رکھنا
 قبول اہل دل منظور عالم
 مسرت بخش ان کی انجمن ہو

فہرست اسماء شعراء تذکرہ تقریظِ خجانبہ جاوید

(۱) میرزا محمد رفیع سودا	(۱۷) (دونوں کی طرف اشارہ ہے)
(۲) میر محمد تقی میر	(۱۸) شاہ نصیر دہلوی استاد ذوق
(۳) سید محمد میر سوز	(۱۹) سراج الدین علی خاں آردو
(۴) شیخ قلندر بخش جوادت	(۲۰) مرزا سعادت یار خاں نگین
(۵) خواجہ میر درد	(۲۱) مرزا ابرہیم الدین حیا
(۶) سید انشا اللہ خاں انشا	(۲۲) خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق
(۷) شیخ ظہور الدین حاتم	(۲۳) نجم الدولہ دبیر الملک مرزا
(۸) میرزا عبدالحی تاباں	(۲۴) اسد اللہ خاں غالب
(۹) شیخ امام بخش ناسخ	(۲۵) میر میر علی انیس
(۱۰) حکیم مومن خاں مومن	(۲۶) خواجہ حیدر علی آتش
(۱۱) سید مظفر علی خاں بہادر اسیر	(۲۷) حافظ عبد الرحمن خاں احسان
(۱۲) فتح الدولہ میرزا محمد رضا خاں بق	(۲۸) سید شجاع الدین عرف امرائے مرزا انور
(۱۳) لکھنوی اور منشی مہاراج برق دہلوی	(۲۹) مرزا سلامت علی دبیر
(۱۴) (دونوں کی طرف اشارہ ہے)	(۳۰) مرزا آقا بخش صابر
(۱۵) شیخ غلام علی راسخ عظیم آبادی	(۳۱) منشی مہارسی لال مشتاق
(۱۶) اور مولانا عیوب الراشد دہلوی	

(۲۶) لالہ مادھو رام جوہر	(۲۶) مولانا سید احمد حسن تنوکی
(۲۸) شیخ ولی محمد ظفر	(۲۷) منشی رام سہائے تمنا
(۲۹) نواب مصطفیٰ خاں شفیقہ	(۲۸) مولانا فخر الدین نسیم دہلوی
(۳۰) نواب سید محمد خاں رند	(۲۹) نواب الہی بخش خاں معروف
(۳۱) پنڈت جواہر ناتھ کول ساقی	(۵۰) مولانا محمد حسین آزاد
(۳۲) سید محمد ذکریا خاں ترکی	(۵۱) خواجہ الطاف حسین حالی
(۳۳) میر ہمدی حسین مجروح	(۵۲) منشی امیر احمد امیر مینائی
(۳۴) مولانا سید ظہیر الدین ظہیر	(۵۳) فصیح الملک نواب مرزا خاں
(۳۵) مولوی ذاکر حسین یاس	دلغ دہلوی
(۳۶) مرزا عبد الغنی ارشد	(۵۴) پنڈت بشن نرائن درابر
(۳۷) خواجہ وزیر علی وزیر	(۵۵) منشی احمد علی شوق قدوائی
(۳۸) میر علی اوسط رشک	(۵۶) پنڈت رتن ناتھ دسرشار
(۳۹) آنر بیل نواب محمد خاں رشکی	(۵۷) منشی امیر اللہ تسلیم
(۴۰) پنڈت دیپاشنکر نسیم	(۵۸) سید اکبر حسین اکبر الہوی
(۴۱) میر غلام حسن	(۵۹) حکیم سید ضامن علی جہاں
(۴۲) مرزا قربان علی بیگ سالک	(۶۰) مولانا نجم الدین احمد ثاقب
(۴۳) میر وزیر علی صبا	(۶۱) منشی پیارے لال شاکر
(۴۴) مولوی سیف الحق ادیب	(۶۲) ملک الشعراء منشی دودا پاشا
(۴۵) سید ہمدی حسن	صاحب انق

<p>(۷۹) مرزا محمد تقی بیگ تامل اور جیشور پر شاہ تامل (دونوں سے مطلب ہے) (۸۰) منشی تلوک چند محروم۔ (۸۱) منشی ونا ملک پر شاہ طالب بنارس اور راقم تقریظ۔ (دونوں سے مطلب ہے) (۸۲) افسر الشعراء غا شاعر قزلباش شاعر۔ (۸۳) پیدت راج نرائن ارمان (۸۴) مولانا صفی لکھنوی۔ (۸۵) حیدر یار جنگ سید علی حیدر طباطبائی نظم۔ (۸۶) پیدت امرتا تھ مدن ساحر (۸۷) شاہ سید نظام الدین دیگر (۸۸) مولانا فضل الحسن حسرت ہوائی (۸۹) ہرا کسی لینی ہمارا جہ کشن پر شاہ اور شاہ غلام آبادی۔ (دونوں سے مطلب ہے)</p>	<p>(۶۳) منشی سید محمد نوح نوح (۶۴) منشی نورست رائے نظر (۶۵) منشی درگا سہائے سرور (۶۶) بابو پیارے لال رونق (۶۷) ناظم دہلوی ثم لاہوری۔ (۶۸) سر ڈاکٹر محمد اقبال اقبال (۶۹) پیدت برجپوس دنا تریہ کیفی (۷۰) آغا محمد شاہ حشر (۷۱) بابو رام رچھپال سنگھ شیدا اور منشی چندی پر شاہ شیدا۔ (دونوں سے مطلب ہے) (۷۲) پیدت برج نرائن چکبست (۷۳) منشی سید وحید الدین بخود (۷۴) منشی سید ریاض احمد یقین (۷۵) مرزا زین العابدین خان عرف (۷۶) نواب سراج الدین احمد خان سائل۔ (۷۷) حافظ جلیل حسنی جلیل۔ (۷۸) جودھری خوشی محمد ناظر</p>
---	--

<p>شعر میں دونوں کا لحاظ رکھا گیا ہے (۲) حتی الوسع مہم شعر اذ کا ذکر ساتھ کیا گیا ہے - (طالب)</p>	<p>(۹۰) مولانا رضا علی دہشت - (۹۱) حافظ محمد علی حفیظ (۹۲) مرزا محمد ہادی عزیز - نوٹ (۱) جہاں دو شاعروں کے طرف اشارہ کیا گیا ہے صفت</p>
--	---

گرامی نامہ جناب مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے

صدر مہتمم تعلیمات و سکریٹری انجمن "ترقی اردو" اورنگ آباد دکن

اورنگ آباد دکن

یکم دسمبر ۱۹۲۵ء

کرم فرمائے بندہ زاد لطفہ

تسلیم آپ کا عنایت نامہ پہنچا اور اس سے قبل آپ کا مجموعہ کلام پہنچا
اس حسن یا د آوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر اس کے دوسرے ہی روز مجھے
سفر جانا پڑا اور ایک مدت تک باہر رہنا پڑا۔ اس وجہ سے نہ تو میں آپ کے
کلام کا لطف حاصل کر سکا اور نہ جواب لکھ سکا جس کی معافی چاہتا ہوں۔ مجھے
اس امر کا افسوس ہے کہ پچھلی گرمیوں میں جب میں سری نگر میں نہ تھا تو آپ کے
منے کا موقع نہ ملا اور نہ کسی نے میری رہنمائی کی۔ حضرت۔ کیفی کی ملاقات
کا مجھے بے شوق تھا۔ مگر اس سے بھی محروم رہا۔ کیونکہ وہاں تشریف نہ رکھتے تھے
میں نے جستہ جستہ آپ کا کلام دیکھا۔ محو فی الحقیقت تعجب ہی کہ
آپ نے دادی کشمیر میں رہ کر اردو زبان پر ایسی قدرت کیوں کر حاصل کر لی
یہ آپ کی ذہانت اور فراست کی دلیل ہی اس پر آپ کی نظر آپ کا بیان قابل

لکھ نیاز مندان دونوں بمقام لاہور منتہا ان ایم۔ اے کی تیاری میں مصروف تھا۔ طالب

داد ہی۔ بیان میں صفائی اور گداز نہی اور یہ بڑی تعریف کی بات ہی
 حضرت کیفی نے ایسا اچھا دیباچہ آپ کے کلام پہ لکھا ہی کہ اس کے ہوتے
 مجھے قلم اٹھاتے ہوئے حجاب معلوم ہوتا ہی مجھے اس میں شک نہیں۔ آپ کا
 کلام پڑھ کر مسترت ہوتی اور میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔
 اگر حضرت یعنی وہاں تشریف رکھتے ہوں تو میری طرف سے ان کی
 خدمت بابرکت میں سلام نیاز پہنچا دیتا ہوں۔

نیاز مند

عبدالحق

رنجات النخمل پر نظامی بدلیونی کی مختصر رائے

حضرت طالب کاشمیری ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہیں جنہوں نے اردو شاعری کو چاہا نہ نکھانے میں بہت کچھ سعی کی ہو۔ اگرچہ ان کا کلام متفرق طور پر اس سے پہلے پریس میں آچکا ہو۔ لیکن کمال صورت میں یہ مجموعہ ان کا پہلا دیوان ہو جو زیرِ طبع سے آرہا ہے۔ انگریزوں کے ہاتھ میں پہنچنا ہو۔ طالب صاحب کی شوقِ سخن تقریباً پندرہ سال کی ہو۔ آپ کے کلام کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ادراکِ قصو سے جو مضامین آپ کے ذہن میں آئے ہیں آپ پر دوسرے طور پر بہترین الفاظ میں اس کی تصویر کھینچنے پر قادر ہیں۔ شعر کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے پرہیزگار اثر ڈالے اس کلام میں یہ خاص صفت بدرجہ اعلیٰ موجود ہے۔ زبان کے لحاظ سے طالب کا کلام صاف اور سادہ و سلیس ہے۔ کلامِ تام نہیں۔ اگر آپ اور صاحب کسی نوع میں اگرچہ اس لحاظ سے ہمیشہ مجموعہ ترقی کی گنجائش بھی نظر آتی ہو۔ لیکن اس کے موجودہ دور میں زبانِ عالی سے تیار ہے ہیں کہ کچھ دنوں کی مشق کے بعد طالب کاشمیری ہماری زبان کے ایک مستند شاعر بن جائیں گے۔ خدا سے دعا ہے کہ کلامِ نظامی پریس بدلیونی پوری آپ داتا کے ساتھ شائع ہو رہا ہو مقبولِ خاص و عام ہو اور اردو ادب و ادبی رنجات پر تار بن کر چلے۔

خاکسار نظامی بدلیونی

۸ اگست ۱۹۲۵ء

اردو نظم میں نظامی مجلس کی خاصیت

مرتبہ علی حیدر صاحب طباطبائی - نئی ترتیب و تحسیب مفہوم
عجیب چھپائی - میر صاحب کا نوٹ بھی شامل ہے - جلد اول
جلد دوم حصہ دوم غیر مجلد لکھنؤ مجلد غیر -

مراتی انیس جلد
اول و دوم

عمرہ چھپائی چکنا کاغذ مولانا نظامی بدایونی کے مقبول عام شرح
کے ساتھ جو بطور فٹ نوٹ شامل ہے عمرہ نوٹو غالب قیمت مجاہد
جلی ظم - بلا شرح - غالب مرحوم کا مستند نوٹ اور خود نوشتہ
سوانح عمری - خاتمہ پر مشکل الفاظ اور محاورات کی فرہنگ
قیمت غیر مجلد غیر مجلد غیر -

دیوان غالب
مشترک پاکٹ ایڈیشن

دیوان غالب
لائبریری ایڈیشن

ایک مستند اور قدیم قلمی نسخہ سے نقل کیا گیا ہے - مولانا حبیب الرحمن
خال صاحب شروانی مخاطب ہوا ہے -
مقدمہ شامل ہے قیمت غیر مجلد غیر مجلد غیر -

دیوان خواجہ
میر درد

تقریباً سو شعرائے ماضی و حال کا مختصر حافل معہ نمونہ کلام مرتبہ
سید اسد مسعود صاحب چھپائی عمرہ جلد خوب صورت قیمت

انتخابیں

اوستاد ذوق مرحوم کے قصائد - قطعات - رباعیات کو
یکجا کر کے طبع کرایا گیا ہے - طباعت - کاغذ - لکھائی - نفیس -

قصائد ذوق

مرتبہ انجیل جسٹس ڈاکٹر شاہ محمد سلیمان صاحب جج ہائی کورٹ الہ آباد قیمت غیر -

ملنے کا یہ نسخہ نظمیں اور نظمیں کے انجمنہ - ۱۹۶ -

